محدث

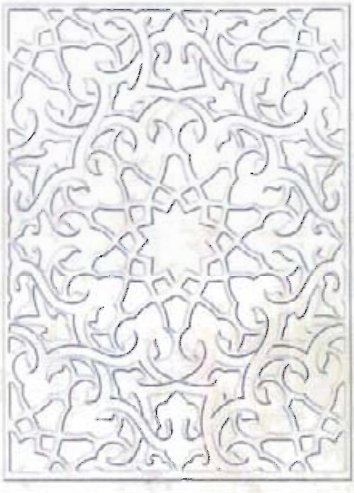

242

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمٰن مدنی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
LAHORE - PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِسالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

ملّت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

محدّث

لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر معاون

فہرست مضامین

فکر و نظر

۱۰۰ بچوں کے قاتل کی سزا [قانون و شریعت کی نظر میں] — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۲

أحکام و مسائل

کتابیہ عورت سے نکاح ! — پروفیسر نجیب الرحمٰن کیلانی — ۱۷

عبادات

نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ [آدابِ نماز] — شیخ ناصر الدین البانیؒ — ۲۲

تحقیق و تنقید

مقلدوں کی حالت زار اور ان سے گذارشات — مولانا محمد رمضان سلفی — ۴۰

مقالات

اُمہات المؤمنین کے فضائل II — محمد علی الصابونی، مکہ — ۶۶

عالم اسلام

رابطہ عالم اسلامی کی چوتھی عالمی کانفرنس، مکہ مکرمہ — حافظ حسن مدنی — ۷۹

جلد ۳۲ / شمارہ ۱۰
رجب المرجب ۱۴۲۱
اکتوبر ۲۰۰۰ء

زرسالانہ ۲۰۰/روپے
فی شمارہ ۲۰/روپے

بیرونِ ممالک
زرسالانہ ۱۵/ڈالر
فی شمارہ ۲/ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

Ph: 5866476, 5866396, 5839404
Email: hhasan@wol.net

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Madani
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

سو بچوں کے قاتل کو دی جانے والی سزا

پاکستانی قانون اور شریعت اسلامیہ کی نظر میں

چند ماہ پہلے..... وحشی قاتل جاوید مغل کی طرف سے سو معصوم بچوں کے قتل کی بہیمانہ واردات نے پورے عالم کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے وحشت و بربریت کے اس عدیم النظیر واقع کو غیر معمولی 'کوریج' دی۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جناب اللہ بخش رانجھا نے چند ماہ قبل اس مقدمہ کے متعلق سزا سنائی کہ ''جاوید مغل کو سو بار پھانسی دی جائے اور اس کے جسم کے سو ٹکڑے کر کے انہیں تیزاب میں اسی طرح ڈالا جائے جس طرح کہ اس نے سو بچوں کو تیزاب کے ڈرم میں ڈال کر موت کے گھاٹ اُتارا تھا اور یہ کہ اس سزا پر عمل درآمد مینارِ پاکستان گراؤنڈ میں عام پبلک کے سامنے کیا جائے تاکہ عبرت حاصل ہو''۔

فاضل جج کی جانب سے اس سزا کے متعلق عوام الناس کا ردِّعمل نہایت مثبت تھا، البتہ بعض حلقوں کی طرف سے اس پر اعتراضات بھی وارد کئے گئے۔ یہودی لابی کی تنخواہ دار ایجنٹ عاصمہ جہانگیر اور HRCP کے ڈائریکٹر آئی اے رحمن قادیانی نے اس سزا کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہوئے بیان دیا کہ اس سے بربریت میں اضافہ ہوگا۔ پاکستان کے وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر نے اپنے بیان میں کہا کہ حکومت اس سزا پر عمل درآمد نہیں ہونے دے گی۔ بعض دینی حلقوں کی جانب سے بھی اس سزا کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کے بارے میں سوالات اُٹھائے گئے۔

اگست ۲۰۰۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر کلائیو کی سربراہی میں ایک برطانوی ٹیلی ویژن نیٹ ورک کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا۔ ان کے دورہ کا بنیادی مقصد سو بچوں کے وحشیانہ قتل کے اَسباب و عوامل کا کھوج لگانا اور جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کے مختلف قانونی پہلوؤں کا جائزہ لینا تھا۔ پاکستان میں قیام کے دوران مذکورہ وفد نے حکومتِ پاکستان کے سینئر حکام، عدلیہ کے بعض جج صاحبان، وکلا، این جی اوز کے نمائندگان اور بعض مذہبی سکالرز سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کے انٹرویو ریکارڈ کئے۔ مؤرخہ ۲۴ اور ۲۸/ اگست کو پروفیسر کلائیو اور وفد کے دیگر اَرکان نے اسلامک ریسرچ کونسل (مجلس التحقیق الاسلامی) کا دورہ کیا۔ ملاقات کے دوران کونسل کے ڈائریکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی، راقم الحروف، حافظ حسن مدنی، مولانا محمد رمضان سلفی اور دیگر اَرکانِ کونسل موجود تھے۔ راقم الحروف نے حاضرین کی نمائندگی کرتے ہوئے اسلامک ریسرچ کونسل اور اس سے وابستہ دیگر اداروں کے مقاصد، ورکنگ اور مختلف منصوبہ جات کا اِجمالی تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ برطانوی وفد کی توجہ اسلام میں انسانی حقوق کے تصور کی جانب دلائی۔ مغرب اور اسلام کے انسانی حقوق کے تصورات کے مابین بنیادی فرق پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف نے بتایا کہ

''اسلام میں انسانی حقوق کا حقیقی سرچشمہ قرآن وسنت اور الہامی تعلیمات ہیں۔ ہمارے نزدیک صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی انسانی حقوق پسندیدہ اور لائق اعتبار ہیں جن کی تائید قرآن وسنت سے ملتی ہو۔ مغرب کے انسانی حقوق کا کوئی واضح سرچشمہ نہیں ہے۔ مغربی فلاسفرز کبھی تو انسانی فطرت کو انسانی حقوق کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں، کبھی انسانی احتیاجات کی مبہم ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ مغرب میں انسانی حقوق کو مستقل قدر کا درجہ حاصل نہیں ہے، انسانی عقل مختلف اَدوار میں بعض حقوق کو قابل ترجیح قرار دے کر ان کی حیثیت کا نئے سرے سے تعین کرتی رہتی ہے۔"

اسلام میں جرم وسزا کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف نے بیان کیا کہ

"اسلام میں کسی مجرم کو سزا دینے کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہیں: اولاً: یہ کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنا، ثانیاً: مجرم کو اس کے جرم کی سزا دینا اور ثالثاً، یہ کہ مستقبل میں ایسے جرائم کے ممکنہ ارتکاب کی حوصلہ شکنی کرنا اور سزا کو دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بنانا۔

جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کا تعلق تیسری صورت سے ہے۔ چونکہ یہ ایک غیر معمولی اور عدیم النظیر جرم تھا، لہٰذا اس کے لئے غیر معمولی سزا سنائی گئی جو کہ کسی بھی اعتبار سے وحشیانہ نہیں ہے۔ یہ سزا اسلام کے جرم وسزا کے فلسفہ اور شرعی قوانین کی روح کے عین مطابق ہے۔ اسلام کے قانونِ قصاص کا مطالعہ کیا جائے تو یہ سزا قرآن وسنت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔"

مسٹر کلائیو نے کہا کہ ہمارے پیش نظر اس سوال کا جواب ڈھونڈنا ہے کہ جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کیا اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے؟ اگر اس سوال کا جواب 'ہاں' میں ہے تو ضمنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی قوانین اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعات کے درمیان مطابقت کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے؟

دورانِ گفتگو مسٹر کلائیو نے یہ بتا کر حیران کردیا کہ برطانیہ میں رائے عامہ کے ایک طبقہ نے جاوید مغل کو دی جانے والی سزا پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ برطانیہ میں معصوم بچوں کے قاتلوں کو بھی ویسی ہی سزا دی جائے۔

راقم الحروف نے بتایا کہ سو بچوں کے شقی القلب قاتل جاوید مغل کو جو سزا دی گئی ہے، اس کا بنیادی مقصد ایسے بہیمانہ جرائم سے انسانیت کو بچانا ہے۔ جاوید مغل کو ایک دفعہ پھانسی دے کر دفن کردیا جائے یا اسے سو مرتبہ پھانسی دے کر اس کے ٹکڑے کرکے تیزاب میں ڈالا جائے، اس کے لئے دونوں باتیں برابر ہیں کیونکہ موت کے بعد انسانی جسم کو سزا کا احساس نہیں رہتا، البتہ مؤخر الذکر صورت میں دیکھنے والی آنکھوں کے لئے عبرت اور خوف پیدا ہوگا۔ اس طرح کی سزا کے خوف سے کوئی بھی آئندہ ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ طریقہ کسی بھی اعتبار سے وحشیانہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک غیر معمولی اور عدیم النظیر جرم کے لئے عدیم النظیر اور عبرت ناک سزا کا دیا جانا بربریت کے زمرے میں نہیں آتا۔ جج صاحب کے نزدیک محض جاوید مغل کو سزا دینا نہیں تھا، ان کے پیش نظر ان سینکڑوں ماؤں اور خاندانوں کی تالیف قلب کرنا بھی تھا جن کے معصوم بچوں کو اس وحشی درندے نے ظالمانہ طریقے سے قتل کردیا تھا۔ پاکستانی عوام کا بھی یہ دیرینہ مطالبہ تھا کہ جاوید مغل کو عبرتناک سزا دی جائے..... مسٹر کلائیو نے کہا کہ مسٹر اللہ بخش رانجھا ایک رحم دل انسان ہیں، انہوں نے ضرور اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھا ہوگا..... راقم الحروف نے انہیں بتایا کہ ہم اس سزا کو اسلامی شریعت کے قصاص کے قانون کی روح کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی، جو ایک معروف عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامک لاء کے نامور ماہر بھی سمجھے جاتے ہیں اور عرصہ سے حکومتی اداروں میں اعلیٰ عدلیہ کو مختلف آرڈیننسز اور اصولِ فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں، نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسٹر کلائیو کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ

''پاکستان کا موجودہ قانون قصاص وحدود، شریعت لاء اور اینگلو سیکسن لاء کا امتزاج ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۰۲ میں قتل عمد کے لئے جو سزائیں مذکور ہیں، ان میں قصاص سرفہرست ہے اور نیچے انگریزی قانون کی سزائیں بھی دی گئی ہیں۔ البتہ اس قانون میں ایک اہم خامی یہ ہے کہ ان تمام سزاؤں کے نفاذ کے لئے جو طریقۂ کار بیان کیا گیا ہے، وہ سراسر اینگلو سیکسن قانون سے ماخوذ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پاکستان میں شرعی سزاؤں کو شرعی طریقے سے نافذ کرنا بے حد دشوار ہے۔ ہمارے ہاں قصاص کی سزا پر عمل درآمد صرف پھانسی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں قصاص پر عمل درآمد کے لئے پھانسی ہی واحد صورت نہیں۔ اگر قاتل نے مقتول کو پھانسی دے کر مارا تو اس کی سزا بھی پھانسی کی صورت میں دی جائے گی۔ اس نے اگر کسی اور طریقے سے قتل کیا ہے تو سزا بھی ویسی ہونی چاہئے، یہ ابہام ہمارے ہاں اب تک موجود ہے۔

مولانا مدنی صاحب نے بیان کیا کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۳۸۔ الف کی رو سے اگر سزاؤں پر عمل درآمد کے متعلق کہیں کوئی ابہام یا کمی ہے تو اسے کتاب وسنت کے مطابق پورا کیا جائے لیکن عملاً ایسا نہیں ہو رہا۔ سزائیں شریعت کے نام پر سنائی جارہی ہیں، مگر ان پر عملدرآمد اینگلو سیکسن قانون کی روشنی میں کیا جارہا ہے۔ غالباً یہی وہ رکاوٹ ہے جو ہماری عدالتوں کے جج صاحبان کو درپیش ہے۔ جاوید مغل کیس کے بارے میں فاضل جج اللہ بخش رانجھا بھی اس مشکل سے دوچار رہے ہیں۔ بالآخر انہوں نے اسلام کے قانونِ قصاص کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف سزا اسلامک لاء کے مطابق سنائی بلکہ اس پر عملدرآمد کے لئے بھی قصاص کی روشنی میں احکام صادر کئے۔ لہٰذا ان کا فیصلہ اسلامی شریعت سے متصادم نہیں ہے''

پاکستانی پینل کوڈ اور اسلامک لاء میں مطابقت

مذکورہ برطانوی وفد سے مؤرخہ ۲۸ راگست کو اسلامک ریسرچ کونسل میں دوبارہ ملاقات ہوئی۔ جہاں انہوں نے انگریزی میں راقم الحروف کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ مسٹر کلائیو اور ان کی ٹیم کے ارکان یہ جاننا چاہتے تھے کہ جاوید مغل کیس میں اسلامک لاء اور پاکستانی پینل کوڈ کی دفعات کے درمیان تطبیق آخر کس طرح ہوسکتی ہے؟ ان کے خیال میں یہ دونوں قوانین باہم متصادم ہیں۔

راقم الحروف نے بیان کیا کہ بادی النظر میں یہ باہم متصادم معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ 'قصاص اور دیت آرڈیننس' کے ذریعے اسلامک لاء اور اینگلو سیکسن لاء کے درمیان بہت حد تک مطابقت پیدا کردی گئی ہے۔ یہی آرڈیننس بعد میں تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جاوید مغل کیس کے بارے میں سنائی جانے والی سزا کی شرعی حیثیت کے تعین سے پہلے مناسب ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی متعلقہ دفعات کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس ضمن میں درج ذیل باتیں خصوصی توجہ کی متقاضی ہیں:

(۱) پاکستان پینل کوڈ کا باب نمبر ۱۶ (دفعات ۲۹۹ سے لے کر ۳۳۸ تک) انسانی جسم سے متعلق جرائم کی سزاؤں پر مبنی ہے۔ اس باب کے شروع میں قصاص کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Qisas"(قصاص) means punishment by causing similiar bust at the same part of the body of the convict as be has caused to the victim or by causing his death if he has committed *Qatl-i-Amad* in execcise of the right of the victim or a wali."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قصاص سے مراد ایسی سزا ہے کہ جو مجرم کو جسم کے اسی حصہ پر ویسے ہی ضرب لگانے سے دی جائے جیسے کہ اس نے Victim (شکار) پر لگائی تھی۔ یا مقتول (Victim) یا اس کے ولی کی حق رسی کی خاطر قاتل کو قتل عمد کے نتیجے میں ایسی سزا دی جائے جو اس کی موت پر منتج ہو''

(۲) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ درج ذیل ہے:

''جو کوئی بھی قتل عمد کا ارتکاب کرتا ہے، اس باب کی دیگر شقات سے مشروط، اسے :

(الف) قصاص کے طور پر موت کی سزا دی جائے گی۔

(ب) اگر دفعہ ۳۰۲ میں مخصوص کردہ ثبوت کی کوئی بھی شکل میسر نہ ہو، تو مقدمہ کے حقائق اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے تعزیر کے طور پر عمر قید اس طرح دی جائے گی تاوقتیکہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

(ج) اسے کسی بھی مدت کے لئے سزا دی جائے گی جو ۲۵ سال تک قابل توسیع ہو۔ ایسی صورت میں جہاں اسلامی احکام کی رو سے قصاص کی سزا قابل اطلاق نہ ہو۔''

(۳) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۱۴ کی ذیلی شق نمبر ا کے الفاظ یہ ہیں:

"(1) Qisas in *'Qatl-i-amad'* shall be executed by a functionary of the Government by causing death of the convict as the court may direct."

''قتل عمد میں قصاص پر عمل درآمد حکومت کے ایک اہلکار کی طرف سے کیا جائے گا، مجرم کی موت واقع کرنے کی صورت میں، جیسا کہ عدالت حکم صادر کرے''

(۴) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۳۸ کی ذیلی شق ۳۳۸۔ایف میں مذکورہ باب کی دفعات کی وضاحت یا تعبیر کے متعلق یہ ہدایت درج ہے:

''اس باب کے شقات کی تعبیر و اطلاق یا متفرق معاملات کے ضمن میں، عدالت اسلامی احکام کو ہی راہنما بنائے گی، جیسا کہ قرآن وسنت میں انہیں بیان کیا گیا ہے''

تعزیراتِ پاکستان کی محولہ دفعات کی روشنی میں جو مجموعی صورتحال سامنے آتی ہے، اس کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) قصاص کی تعریف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلے حصہ میں تو واضح طور پر تعین کر دیا گیا ہے کہ مجرم کو اسی انداز میں جسم کے اسی حصہ پر ضرب پہنچائی جائے جس طرح کہ اس نے مضروب کو پہنچائی تھی۔ البتہ دوسرے حصہ میں قتل عمد کی صورت میں مجرم کو ایسی سزا دینے کا ذکر ہے جو اسکی موت پر منتج ہو (Causing death) اس تعریف میں 'موت کی سزا دینے' کا ذکر ہے، یہ سزا کس طرح دی جائے گی، اس کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔ قانون سازوں نے غالباً اس پہلو کو کسی مصلحت کے تحت محدود نہیں کیا بلکہ Open رکھا ہے کیونکہ حدیث میں مختلف مجرموں کے خلاف قصاص کے عمل درآمد کی صورت میں مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ اس تعریف کی رو سے یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ قتل عمد کی سزا پر عمل درآمد صرف اور صرف پھانسی کی صورت میں کیا جانا چاہئے۔ قصاص کی اس تعریف کو دفعہ ۳۳۸۔ایف کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے بھی وہی طریقہ اپنایا جائے جو قرآن وسنت کی رو سے درست ہے۔

(۲) قصاص پر عملدرآمد کے سلسلہ میں دفعہ ۳۱۴ کی ذیلی شق نہایت اہم ہے۔ اس میں جہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ قصاص پر عملدرآمد سرکاری حکام ہی کے ذریعے کیا جائے گا، وہاں اس کے طریقہ کار کے متعلق راہنما اصول دے دیا گیا ہے، وضاحت نہیں کی گئی۔ وہ راہنما اصول یہ ہے کہ ''جیسا کہ عدالت حکم دے''..... یہاں ایک دفعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر سزا پر عمل درآمد کے طریقہ کار کو عدالت کے حکم کی نوعیت سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدالت ایسے معاملے میں حکم دینے میں کس حد تک آزاد ہے یا اس کی صوابدید کا دائرہ کار کیا ہے؟ ''جیسا کہ عدالت حکم دے'' والے جملے سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ عدالت اپنی خواہشاتِ نفس کے تابع جیسا چاہے حکم دے دے، ہرگز نہیں۔ یہاں پھر ہمیں اس دفعہ کو ۳۳۸۔ ایف کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ عدالت کی اس صوابدید کی تعبیر بھی قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں کی جائے گی۔ یعنی عدالت صرف اسی طرح سزا پر عملدرآمد کا حکم دے سکتی ہے جس کی قرآن وسنت سے تائید ملتی ہو، اس سے ہٹ کر نہیں۔

''جیسا کہ عدالت حکم دے''..... سے ایک اور نکتہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر پاکستان میں قتل عمد کے مجرم کو پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ اگر کوئی جج مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے پھانسی کے علاوہ کوئی اور طریقہ بیان کرے اور وہ قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو تو ''جیسا کہ عدالت حکم دے'' کا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ جج کا وہ بیان کردہ طریقہ درست قرار پائے گا۔ جاوید مغل کیس میں فاضل جج جناب اللہ بخش راجھا نے اس صوابدیدی جملہ کے تحت سزا کے طریقہ کار کو غیر روایتی مگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیان کیا ہے تو پھر بطور جج کے وہ اس کا اختیار رکھتے تھے۔ ان کا فیصلہ اس اعتبار سے پاکستان کے مروّجہ قانون کی حدود کے بھی اندر ہے، اس سے متجاوز نہیں جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں!

سو بچوں کا قتل ایک ہولناک، غیر معمولی اور عدیم النظیر واقعہ تھا، اس کے مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے اگر فاضل جج نے غیر معمولی طریقۂ کار بیان کیا ہے، تو اس پر اعتراض نہیں کیا جانا چاہئے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں اس طرح کی غیر معمولی سزاؤں کا دیا جانا حدیث کی کتب میں مذکور ہے۔ راقم کی اس وضاحت کے بعد کلائیو نے وہ سوال کیا جو مغرب کا عام فرد کرتا ہے: ''کیا یہ سزا بربریت پر مبنی نہیں ہے؟''

ہرگز نہیں، عظیم پیمانے کی بربریت کے خاتمے کے لئے اور انسانیت کو متوقع بربریت سے بچانے کے لئے ایک فردِ واحد، سفاک قاتل کے ساتھ ایسا برتاؤ ہرگز وحشیانہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ فیصلہ اسلامی شریعت، تعزیراتِ پاکستان اور انسانی معاشرے کے تحفظ کے تقاضوں اور روح کے عین مطابق ہے، راقم نے جواباً کہا۔

مندرجہ بالا سطور میں برطانوی وفد سے گفتگو کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اہل مغرب تو سو بچوں کے قتل کے کیس کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ ان کے دورے پر لاکھوں روپے کے اِخراجات اُٹھیں گے، مگر ہمارے ہاں اس واقعے کی سنگینی کے تناسب میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ شروع شروع میں احتجاجی بیانات اخبارات میں شائع ہوتے رہے، مگر اس واقعے کے اَسباب وعوامل کا کھوج لگانے کے لئے نہ تو کسی ادارے نے ریسرچ کا اہتمام کیا ہے اور نہ ہی علما نے اس فیصلے کی شرعی حیثیت کے متعلق عوام الناس کی راہنمائی کے لئے اب تک علمی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک ڈائریکٹر یا رکن کا بیان اخبارات میں چھپا تھا جس میں انہوں نے کہا: یہ مذکورہ فیصلہ شریعت کی رو سے درست نہیں ہے۔ اس مختصر فتویٰ نما بیان میں ان دلائل کا تفصیلی ذکر نہیں تھا جن کی بنیاد پر انہوں نے یہ رائے قائم کی۔ یہ کیس گہری تحقیق کا متقاضی ہے۔ درج ذیل سطور میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس فیصلہ کا جائزہ لینے کی کاوش کی گئی ہے :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی کی معروف تالیف القصاص فی الفقه الاسلامي میں قصاص کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں ملتی ہے: (صفحہ ۵۲،۵۳)

''قصاص کا لفظ قصّ الأثر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے روایت یا اثر کی بتدریج پیروی کرنا۔ اس سے القاصّ (قصہ گو) نکلا ہے کیونکہ وہ آثار واَخبار کی پیروی کرتا ہے۔ اس اعتبار سے قصاص کا معنی یہ ہوا کہ گویا قاتل، قتل کا جو راستہ اختیار کرتا ہے اس کے قدموں کے نشانوں پر اس کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قص کا معنی کاٹنا ہے چنانچہ محاورہ ہے: قصصت ما بینهما یعنی ان دونوں کے باہمی تعلقات منقطع ہوگئے۔ قصّ الشعر کے معنی ہیں: بال تراشنا، اسی لفظ سے قصاص نکلا ہے کیونکہ قصاص جراحت کے عوض جراحت رسانی یا قتل کے بدلے قتل کا نام ہے..... فقہ اسلامی کی کتابوں میں قصاص کا ذکر عموماً جنایات کے تحت کیا جاتا ہے۔ 'جنایت' لغت میں بُرا کام کرنے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں جنایت کا اطلاق ہر اس فعل پر ہوتا ہے جس کا ارتکاب شرعاً حرام ہو، خواہ یہ فعل مال کے خلاف ہو یا جان کے، لیکن اصطلاح فقہا میں جنایت اس فعل ممنوع کو کہتے ہیں جو کسی کی جان یا اعضائے جسم کے لئے ضرر رساں ہو۔ قصاص صرف قتل عمد میں واجب ہوتا ہے۔ قتل خطا یا قتل عمد میں شبہ پیدا ہوجانے کی صورت میں دیت لاگو ہوتی ہے''

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (البقرہ:۱۷۹)

''اے اربابِ دانش! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے''

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۸ میں قصاص کے حکم کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا:

(۲) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ، الخ﴾ (البقرۃ ۱۷۸)

''مسلمانو! جو لوگ تم میں قتل کئے جائیں، ان کا برابر کا بدلہ تم پر فرض ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس خونی کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ بھی معافی دی جائے تو معاف کرنے والا دستور کے مطابق (یعنی بغیر سختی کے) قاتل سے خون بہا وصول کرے اور قاتل اچھے طور سے وارث کو دیت ادا کرے۔ یہ (عفو اور دیت کا) حکم تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی ہے اور مہربانی۔ پھر جو کوئی زیادتی کرے (یعنی خونی کو مار ڈالے یا زخمی کرے) تو اس کو دردناک عذاب ہوگا''

قصاص کے متعلق مندرجہ بالا عمومی اَحکام کے بعد قصاص کی سزا کے نفاذ کے طریقہ کار کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بعد ہمیں جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کی شرعی حیثیت کے متعلق کسی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی رہے گی۔

(۲) قرآنِ مجید میں سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳ موضوع زیر بحث کے متعلق خاصی اہم ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ، ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کردیئے جائیں۔ یہ ذلت ورسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ میں لفظ یُقَتَّلُوْا استعمال ہوا ہے جس کا لفظی مطلب ''ٹکڑے ٹکڑے کرنا'' ہے۔ مختلف تفاسیر میں اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق جو تفصیلات ملتی ہیں، اس کی رو سے یہ آیت قبیلہ عرینة کے دغاباز، مرتد، ظالم اَفراد کے بارے میں اتری ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بالتفصیل سے اس آیت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ قبیلہ عرینة (عکل) کے آٹھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ، اونٹوں کا دودھ وغیرہ تمہیں ملے گا، چنانچہ یہ گئے اور ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چرواہوں کو مار ڈالا اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھی پھیری تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لائیں۔ چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور دھوپ میں پڑے ہوئے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ صحیح مسلم میں ہے یہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا گیا، نہ ان کے زخم دھوئے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی، قتل بھی کیا تھا، ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ و رسولؐ سے لڑتے بھی تھے۔ موت کے وقت پیاس کے مارے ان کی یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جو لشکر ان مرتدوں کو گرفتار کرنے

☆ یہاں اس امر کی طرف بھی توجہ دینا ضروری ہے کہ ایسی سزا اس شخصیت کے حکم اور نگرانی میں نافذ العمل ہوئی جسے دنیا رحمۃ للعالمین ﷺ کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت کے ساتھ بے مثال رحمت وشفقت اپنی جگہ، لیکن مجرم سے اگر اسی رحمت کا برتاؤ کیا جائے تو جرائم کی حوصلہ افزائی ہو کر ان کی بیخ کنی مشکل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی عدالت سے ان مجرموں کو ایسی اذیت ناک سزا ملی۔ معلوم ہوا کہ مجرم کے انسانی حقوق کا تحفظ یا شرفِ آدمیت کا احترام شریعت کی نظر میں اس وقت جاتا رہتا ہے جب مجرم اپنے اعمالِ شنیعہ کے ذریعے اشرف المخلوقات کی مرتبے سے اتر کر بداَعمالی کے قعرِ مذلت میں جا گرتا ہے۔ قرآنِ کریم کی سورۃ التین میں یہی اصول اس طرح بیان ہوا ہے کہ ''ہم نے تو انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا، لیکن اپنے بدتر اعمال کی بنا پر وہ أسفل سافلین (بدترین گہرائی) میں جا گرتا ہے''۔

اسی طرح انسانی حقوق کے منادوں کا یہ دعویٰ مغالطہ آمیز ہے کہ مجرم کو پبلک کے سامنے اس لئے سزا نہ دی جائے کیونکہ اس سے انسانی حق تکریم کی نفی ہوتی ہے۔ اسلام میں انسان کی تکریم، انسان سے کوئی مستقل بالذات شے نہیں جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اسلام میں تکریم کا یہ فلسفہ اعمالِ تقویٰ سے جڑا ہوا ہے، جو انسان نیک اَعمال اور بھلائی کے کام کرتا ہے وہ قابل تکریم ہے، قرآنِ کریم میں ہے ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۴۶)

''تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ نیکوکار ہے''

اور جو انسان برائی یا ظلم میں ملوث ہو جائے، اور بدترین گناہوں کا مرتکب بن جائے تو شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں وہ انسانیت کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ﴾ ''جس کو اللہ رسوا کر دے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا''

ان قرآنی آیات اور اسلامی تصورات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مغرب کا انسانی حقوق کا نظریہ شرفِ آدمیت اسی اِفراط وتفریط کا شکار ہے جس سے انسانوں کے بنائے دیگر نظریات عموماً متاثر نظر آتے ہیں۔ انسانی تکریم کا ہر دم باقی رہنے والا یہ فلسفہ اسلام کی نظر میں ساقط الاعتبار ہے۔ اسلام مجرم کو عزت دے کر جرائم کو چھوٹ دینے کا قطعاً روادار نہیں ہے بلکہ اس کی سزا کو باعث عبرت بنانے اور کھلم کھلا دینے کا سبق دیتا ہے، سورۃ النور، آیت ۲ میں ہے: ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور ان دونوں کو سزا دیتے ہوئے مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے'' (حسن مدنی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے بھیجا گیا تھا، ان کے سردار حضرت جریرؓ تھے۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنے کے متعلق صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ ''انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا، پس یہ اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا، جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا، وہی ان کے ساتھ کیا گیا''۔ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلا دیا گیا۔

تاویلات کے خوگر بعض اہل الرائے نے مندرجہ بالا آیت کے متعلق بے حد عجیب نکتہ آفرینی کی ہے۔ ان کے خیال میں حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو جو سزا دی وہ اللہ کو پسند نہ آئی، رئیس المفسرین علامہ ابن کثیر ایسے تاویل بازوں کی تردید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے جو سزا دی وہ اللہ کو پسند نہ آئی اور اس آیت (المائدۃ:۳۳) سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو سزا سے روکا گیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مثلہ کرنے سے یعنی ہاتھ پاؤں، کان، ناک کاٹنے سے جو ممانعت فرمائی ہے، اس سے یہ سزا منسوخ ہو گئی لیکن یہ دعویٰ نسخ دلیل کا محتاج ہے۔ پھر یہ بھی سوال طلب امر ہے کہ ناسخ کی تاخیر کی دلیل کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ حدود اسلام مقرر ہونے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ یہ واقعہ حدود کے تقرر کے بعد کا ہے، اس لئے کہ ایک حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبداللہؓ ہیں اور ان کا اسلام سورۂ مائدہ کے نازل ہو چکنے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنی چاہی تھیں، لیکن یہ آیت اتری اور آپ اپنے ارادہ سے باز رہے، لیکن یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے پھر کسی کو یہ سزا نہ دی''

آج بھی بعض افراد اس طرح کی پھپھسی اور بے وقعت تاویلات کو جمع کر کے اپنے دلائل کی عمارت کھڑی کرنے کا میلان رکھتے ہیں۔ اسی لئے راقم الحروف نے علامہ ابن کثیرؒ کی زبانی ان کا جواب درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ ان شبہات کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

قصاص کے نفاذ کا طریقہ کار

اس بارے میں فقہا کے درمیان پایا جانے والا اختلاف حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا موقف: ابن قاسم امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر قاتل نے لاٹھی یا پتھر سے یا آگ میں جلا کر یا پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تو قصاص میں قاتل کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا اور اس پر موت تک وہی عمل دہرایا جاتا رہے گا۔ خواہ اس کے جرم کی مقدار سے بڑھ ہی کیوں نہ جائے، البتہ دو وجوہ اور دو حالتوں میں ایسا نہیں کیا جائے گا:

وجہ اوّل: اگر قاتل نے کسی ناجائز عمل مثلاً شراب پلا کر یا لواطت کے ذریعہ قتل کیا تو مجرم کے ساتھ وہی نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔

وجہ دوم: اگر مجرم نے زہر پلا کر یا آگ کے ذریعہ ہلاک کیا تو قصاص میں اسی طرح قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ مثلہ کی صورت ہے۔

اس وجہ دوم کے بارے میں ابن العربی کہتے ہیں: میرے نزدیک یہاں ممانعت کی علت 'مثلہ' نہیں بلکہ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آگ میں جلانا) عذاب الٰہی کی صورت ہے، اس لئے ممنوع ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے بعض مرتدین کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا ہے تو انہوں نے کہا

''میں تو اسے درست نہیں سمجھتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: لا تعذبوا بعذاب الله ''یعنی تم اس طرح کسی کو عذاب نہ دو جس طرح اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دیں گے'' البتہ انہیں قتل کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے، اسے قتل کردو''

☆ امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قصاص کا طریقہ طے کرنا ولی مقتول کا حق ہے۔ مالکی علماء اس امر پر متفق ہیں کہ اگر ایک شخص نے کسی کا ہاتھ اور پیر کاٹ دیا اور آنکھ نکال دی اور ایسا اسے تکلیف دینے کی غرض سے کیا تو قصاص میں اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں آنحضرت ﷺ کا چرواہوں (اہل عرینہ) سے قصاص میں ان کے جرم جیسا سلوک کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ لیکن اگر اس شخص نے باہمی لڑائی اور مدافعت میں ایسا کیا تو پھر تلوار سے قصاص لیا جائے گا..... مالکی علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مجرم کے فعل اور اس کی سزا میں مماثلت و یکسانیت ضروری ہے۔ الا یہ کہ حد تعذیب میں داخل ہوجائے تو پھر تلوار کے ذریعہ قصاص لیا جائے گا۔ ان کے تمام اقوال اسی اصول پر مبنی ہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۳۱۴ تا ۳۱۵)

☆ **شافعیہ کا موقف** یہ ہے کہ قاتل سے اس طرح قصاص لیا جائے جس طرح اس نے دوسرے کو قتل کیا ہے بشرطیکہ وہ (انتقامی) عمل شریعت کے مطابق ہو۔ اگر اس عمل سے مجرم مرجائے تو فبہا، ورنہ تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ کیونکہ بدلہ کی بنیاد مماثلت و مساوات پر ہے اور اسی لئے اس کا نام 'قصاص' رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کو پتھر مارا اور وہ سنبھل نہ سکا حتیٰ کہ مرگیا تو قاتل کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا اور اگر قید میں رکھ کر کھانا پینا بند کرکے مار دیا تو مجرم کو بھی اتنے عرصہ تک قید میں بھوکا پیاسا رکھا جائے گا لیکن اگر اس عرصہ میں اسے موت نہ آئی تو تلوار سے ہلاک کردیا جائے گا۔ (ایضاً: ص ۳۱۹، ۳۲۰)

..... اگر مجرم نے کسی فعل غیر مشروع (ناجائز) کے ذریعہ قتل کا ارتکاب کیا مثلاً لواطت کی یا شراب پلا کر مارا تو اس معاملہ میں مشائخ شافعیہ کا اختلاف ہے:

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ لواطت کے ذریعہ قتل کرنے والے مجرم کی مقعد میں ایک لکڑی ڈال کر اسی طرح کیا جائے جس طرح اس نے اس فعل شنیعہ کا ارتکاب کیا تھا اور شراب پلا کر مارنے والے کو زیادہ مقدار میں پانی پلا کر اتنی مدت تک انتظار کیا جائے (جتنی مدت میں مقتول ہلاک ہوا تھا) اگر اس دوران مجرم مرجائے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن کاٹ دی جائے کیونکہ صورت مذکورہ میں اسی طرح جرم و سزا کے مابین مماثلت کا تحقق ممکن ہے۔

۲۔ لیکن شافعیہ کا ایک گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ مجرم کو تلوار سے قتل کیا جائے گا اور جیسا فعل اس نے مقتول کے ساتھ کیا تھا، ویسا اس کے ساتھ نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ فعل شرعاً ممنوع ہے، برعکس اس کے پتھر سے اور تلوار سے قتل کرنا شرعاً جائز ہے جیسا کہ حد رجم میں پتھروں سے سنگسار کیا جاتا ہے۔

شافعیہ نے اپنے موقف کی بنیاد حسب ذیل دلائل پر رکھی ہے:

(۱) صحیح مسلم و بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کو زیور چھیننے کی خاطر پتھروں سے سر کچل کر ہلاک کردیا۔ لڑکی نے اپنے آخری وقت میں اس قاتل یہودی کی نشاندہی کردی۔ رسول اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے اسے گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے قصاص میں مماثلت کا اعتبار کرتے ہوئے دو پتھروں کے درمیان سے اس کا سر کچلنے کا حکم دیا۔ (أحکام القرآن از ابن العربیؒ: جلد اوّل، صفحہ ۱۱۴)

(۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ (النحل:۱۲۶)
''اگر تم سزا دینا چاہو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی''

(۳) جس طرح قاتل نے ارتکابِ جرم کیا، اس طرح بدلہ لینے سے ہی قصاص کی مراد صادق ہوتی ہے جو کہ مماثلت سے عبارت ہے۔ لہٰذا فعل اور کیفیتِ عمل، دونوں کی یکسانیت کا اعتبار کرتے ہوئے اسی طرح قصاص لینا ضروری ہے جس طرح مجرم نے مقتول کو قتل کیا۔

حنفیہ کا موقف: القصاص في الفقه الاسلامی کے مؤلف کے مطابق اَحناف کا موقف یہ ہے کہ مجرم نے مقتول کو خواہ کسی بھی طرح ہلاک کیا ہو، اسے قصاص میں صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا (صفحہ: ۳۰۸) فاضل مؤلف کی طرف سے درج کردہ اَحناف کے دلائل کے اہم نکات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا قود إلا بالسیف یعنی ''قصاص صرف تلوار ہی سے ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قصاص تلوار سے نافذ کیا جائے، نہ یہ کہ تلوار سے ارتکابِ قتل کی صورت میں قصاص واجب ہے۔ پس یہ حدیث دو اُمور پر دلالت کرتی ہے:
(i) وجوبِ قصاص سے متعلق آیاتِ قرآنیہ کی مراد کا تعین
(ii) حدیث کی ابتدا عموم سے ہو رہی ہے جس سے تلوار کے علاوہ اور کسی چیز سے استیفاءِ قصاص کی نفی ہوتی ہے

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے احسان کرنا فرض ٹھہرایا ہے۔ پس جب تم کسی کو سزائے قتل دو تو اسے سلیقہ سے قتل کرو اور جب کوئی جانور ذبح کرو تو سلیقہ سے ذبح کرو اور چاہئے کہ ہر ذبح کرنے والا شخص اپنے خنجر کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے'' پس جبکہ حضور اکرم ﷺ نے سلیقہ کے ساتھ قتل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت راحت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو انسان جو کہ نہایت شرف و احترام رکھتا ہے، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ (حوالہ، ایضاً)

(۳) ضروری ہے کہ قصاص بغیر کسی زیادتی کے لیا جائے اور تلوار کے بغیر دیگر طریقوں مثلاً آگ میں جلانے، غرق کرنے یا پتھر مار کر ہلاک کرنے یا قید رکھنے وغیرہ سے قصاص لیا جائے تو ان صورتوں میں مجرم کے ساتھ اس کے فعلِ جرم سے زیادہ فعل کرنا پڑے گا کیونکہ اگر وہ ایسی سزائے مثلی سے نہ مرسکا تو پھر اسے تلوار سے ہلاک کیا جائے گا یا وہی عمل دہرایا جائے گا تا آنکہ وہ مرجائے اور یہ بھی اس زیادتی (اعتداء) میں داخل ہے جس کا حکم آیت کے منافی ہے کیونکہ اگر قصاص اس سے عبارت ہے کہ مجرم کے ساتھ اس جیسا فعل کیا جائے تو وہ ہو چکا۔ اب اس کے بعد اِسے قتل کرنا حد قصاص سے تجاوز کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ ''یعنی جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے'' (الطلاق) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۴) ''یعنی جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو جس طرح کا معاملہ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی سلوک تم بھی اس کے ساتھ کرو'' نیز فرمایا: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ یعنی ''اگر تم سزا دینا چاہو تو اسی قدر سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں اس امر کی ممانعت فرمائی ہے کہ مجرم نے جتنا زخم لگایا اسے اس سے زیادہ زخم لگایا جائے یا جتنا فعل (جرم) اس نے کیا ہے، اس کے ساتھ اس سے زیادہ کیا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجرم کے ساتھ صرف اتنا ہی فعل کیا جانا چاہئے جتنا اس نے کیا ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔

(۴) قصاص عبارت ہے برابر کے بدلے سے اور پتھر مار کر ہلاک کرنے کی کوئی مقدار متعین نہیں جس کی رو سے یہ قرار دیا جاسکے کہ مجرم کو پتھر مار کر ہلاک کرنے میں اس کے جرم کی مقدار سے تجاوز نہیں کیا گیا۔ یہی حال تیر یا نیزہ پھینک کر اور آگ میں جلا کر ہلاک کرنے کا ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں کہ قصاص سے مراد ایسی مماثلت ہو بلکہ اس سے مراد لازماً یہ ہے کہ مجرم کی جان کا بسرعت ممکنہ خاتمہ کردیا جائے۔

(۵) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ (ہیئت بگاڑنے) سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایسا کرنا معصیت ہے اور قصاص سے مراد ہر ممکن آسان طریقہ سے مجرم کی جان کا اِتلاف ہے جو کہ تلوار ہی سے ممکن ہے۔

اَحناف کے موقف کا تجزیہ

کس بھی علمی 'بددیانتی' کے الزام سے بچنے کے لئے اَحناف کے موقف کو تفصیل سے درج کردیا گیا ہے۔ جن دلائل کی بنیاد پر اَحناف نے مسئلہ مذکور کے ضمن میں نتیجہ اَخذ کیا ہے، ان سے کامل اتفاق نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ان کی طرف سے جن بعض نکات کو 'عقلی دلائل' کے طور پر آگے بڑھایا گیا ہے، اگر آج ان کا تجزیہ کیا جائے تو کسی حد تک وہ غیر عقلی بلکہ مضحکہ خیز بھی ہیں۔ ممکن ہے جس وقت اور جن واقعات کی روشنی میں یہ دلائل پیش کئے گئے ہوں گے، اس وقت ان کی قدر و قیمت مخصوص سیاق و سباق کے اعتبار سے مختلف ہو لیکن جاوید مغل کیس کے تناظر میں اگر کوئی شخص ان دلائل و نتائج کو بنیاد بنا کر اس رائے کا اظہار کرے کہ سو بچوں کے قاتل کو دی جانے والی سزا غیر شرعی ہے تو یقیناً کہا جانا چاہئے کہ صاحب الرائے نے حالات کی رعایت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ احناف کے مندرجہ بالا موقف کے متعلق راقم الحروف کی معروضات حسب ذیل ہیں:

(۱) جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ ''قصاص صرف تلوار ہی سے ہے'' اس حدیث کے راوی حضرت نعمان بن بشیرؓ ہیں اور اسے سفیان ثوریؒ نے روایت کیا ہے۔ فن حدیث کے عظیم ماہر علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اپنی کتاب إرواء الغلیل: ج ۷، ص ۲۸۵ میں بڑی تفصیل سے اس کے ضعف سند پر بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث بخاری و مسلم کی اس حدیث سے متعارض و متصادم ہے جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے اَفراد کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔ اور ایک بچی کے قتل کی سزا کے طور پر یہودی کا سر پتھر سے کچلنے والی حدیث بھی ظاہر کرتی ہے کہ قصاص پر تلوار کے علاوہ بھی عملدرآمد کی صورت ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور بعد کے اَدوار سے بھی متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں جن میں قصاص کی سزا تلوار کے علاوہ بھی دی گئی۔

مفسر حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ مائدہ کی آیت ۳۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ

''ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دی ہو، تو حضرت انسؓ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو دی جانے والی سزا کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ حجاج نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنالیا تب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی'

غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت انسؓ کو ندامت اس بات پر ہوئی کہ حجاج بن یوسف نے اس واقعہ کو اپنے مظالم کی دلیل بنا لیا۔ اگر آج بھی کوئی حکمران بے گناہ رعایا پر ظلم ڈھانے کے لئے اس واقعہ کا سہارا لے گا تو اس کی مذمت اہل علم پر فرض ہے۔ مگر فساد برپا کرنے والے اور سو بچوں کے قتل کے مرتکب ایک شقی القلب انسان کو اگر کوئی حکمران قبیلہ عرینہ کے افراد کی طرح سزا دے، تو کوئی بھی صاحب علم اس پر تاسف کا اظہار نہیں کرے گا۔

بعض اَفراد کی طرف سے پیش کردہ یہ تاویل بھی کمزور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چونکہ قبیلہ عرینہ کے ڈاکوؤں کو مذکورہ سزا دینے کے بعد دوبارہ کسی کو ویسی سزا نہیں دی جس سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔ یہ محض ان کی پیش پا افتادہ دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں اس طرح کا واقعہ بھی دوبارہ کبھی پیش نہ آیا، تو ایسی سزا دوبارہ دینے کی ضرورت کیسے پیش آتی؟

(۲) جہاں تک سزائے قتل کے نفاذ میں 'سلیقہ سے قتل کرنے' کی ہدایت ہے، اس کا اطلاق بھی عمومی صورتوں میں ہوتا ہے۔ بعض بے حد استثنائی اور قتل عمد کی انتہائی سنگین وارداتوں میں جہاں قاتل کو سزا دینے کے ساتھ ساتھ اسے نمونہ عبرت بھی بنانا مقصود ہو، وہاں اس کے برعکس عمل بھی قرآن وسنت کی روح سے متصادم نہیں ہے۔ رسالت مآب اور خلفاءِ راشدین سے مروی مذکورہ واقعات میں اس عمومی پالیسی کا لحاظ نہ رکھنا بھی ثابت وظاہر ہے۔ صحیح مسلم اور نسائی کی یہ حدیث حلال جانوروں کو ذبح کرنے کے سیاق میں آئی ہے۔ جہاں تک جانوروں کو سلیقہ سے ذبح کرنے کا تعلق ہے، وہاں کوئی استثنائی صورت پیدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ جانوروں نے کسی 'جرم' کا ارتکاب نہیں کیا ہوتا اور نہ ہی ان کے ذبیحہ سے کسی درسِ عبرت کی صورت نکالی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ صفحہ ۸ پر حاشیہ میں وضاحت کی گئی ہے، اسلام شرفِ انسانیت اور تکریم آدم کا علمبردار ہے۔ مگر ایسے انسانوں کا کیا کیجئے جو شعور کے حامل ہونے کے باوجود بھی بہائم اور حیوانات سے بھی اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں۔

(۳) قصاص کے بارے میں فقہائے اَحناف نے لفظ 'اعتداء' اور 'مماثلت' کے متعلق جو نکتہ آفرینیاں فرمائی ہیں وہ بال کی کھال اُتارنے کے زمرے میں آتی ہیں۔ قصاص میں وہ تلوار کے علاوہ کسی اور چیز سے قتل کرنے کے محض اس وجہ سے قائل نہیں ہیں کہ کہیں وہی عمل دہرانے سے 'زیادتی' نہ ہوجائے۔ ان کے خیال میں زیادتی حدِ قصاص سے تجاوز کرنے کا نام ہے۔ وہ قصاص کے نفاذ میں 'کیفیت' اور 'کمیت' کی غیر ضروری بحثوں میں اُلجھ کر خوامخواہ الجھاؤ پیدا کرتے ہیں۔ 'برابر کا بدلہ' کی جو تعبیر انہوں نے کی ہے، اگر اس پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے تو 'برابر کا بدلہ' لیا جانا امر محال بلکہ ناممکن ہوجائے گا۔ ان کے ارشادات کی نفاستوں کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو قتل عمد میں قصاص تو ایک طرف ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (زخموں میں قصاص) پر عملدرآمد بھی ممکن نہیں رہے گا۔ کیونکہ اشتعال یا کسی فوری جذبے کے زیر اثر کئے جانے والے اقدام سے وہ اقدام بہت اعتبارات سے مختلف ہوتا ہے جو باقاعدہ سوچ سمجھ کر مخصوص مقاصد کے پیش نظر روبہ عمل لایا جائے۔

'زیادتی' والی دلیل کی حمایت میں اَحناف کی طرف سے جن آیات کا حوالہ مندرجہ بالا سطور میں دیا گیا ہے، وہ سیاق وسباق سے ہٹی ہوئی ہیں۔ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ا کا جز ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسَهٗ﴾ طلاق کے معاملات کے متعلق ہے۔ یہاں عدت کے دوران عورتوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی ہدایت ہے مگر فقہاءِ کرام نے اپنی بات کا وزن بڑھانے کے جوش میں 'طلاق' کے مضمون کی آیت کو 'قصاص' کے مضمون پر منطبق کردیا۔ ان کی جانب سے پیش کردہ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۸ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ یقیناً آیت قصاص کا آخری جزو ہے۔ لیکن اس کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم وہ نہیں نکلتا جو یہ عظیم فقہاء پیش فرماتے ہیں۔ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے، اس کا حقیقی مفہوم تفاسیر اور کتبِ فقہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس 'زیادتی' کی وضاحت یوں کی ہے:

''مثلاً یہ کہ مقتول کا وارث خون بہا وصول کرلینے کے بعد پھر انتقام لینے کی کوشش کرے یا قاتل خون بہا ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے اور مقتول کے وارث نے جو احسان اس کے ساتھ کیا ہے، اس کا بدلہ احسان فراموشی سے دے'' (تفہیم القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۳۹)

حافظ ابن کثیرؒ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''پھر فرمایا: جو شخص دیت یعنی جرمانہ لینے کے بعد یا دیت قبول کرلینے کے بعد بھی زیادتی پر تل جائے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے''

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۴ میں جس 'برابری' کا ذکر کیا گیا ہے وہ حرمت والے مہینوں میں کفار کی طرف سے زیادتی کے ردِّعمل کے طور پر ہے۔ جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

''آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہِ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں۔ اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پر دست درازی کر گزریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں'' (تفہیم القرآن: جلد اوّل، صفحہ ۱۵۲)

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۴ کا مکمل ترجمہ یہ ہے:

''ماہِ حرام کا بدلہ ماہِ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا، لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو''

کوئی صاحبِ انصاف اگر ٹھنڈے دل سے اس آیت کے پس منظر پر غور فرمائے تو اس آیت کی بنیاد پر قصاص کے مجرم کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچنے میں اسے مشکل ضرور پیش آئے گی کہ ''ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجرم کے ساتھ صرف اتنا ہی فعل کیا جانا چاہئے جتنا اس نے کیا ہے، نہ کہ اس سے زیادہ''۔ جہاں تک سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۶ ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ..... الخ﴾ کا تعلق ہے، اس کو شافعیہ اور حنفیہ نے اپنی اپنی دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شافعیہ اس سے قصاص پر عملدرآمد پر زور دیتے ہیں جبکہ اَحناف کے بعض فقہا اس کی بنیاد پر اپنے 'زیادتی' والے خدشات کو مزید تقویت دیتے ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں ان کا یہ استنباط تو درست ہے کہ ''یہاں اس امر کی ممانعت فرمائی ہے کہ مجرم نے جتنا زخم لگایا، اسے اس سے زیادہ زخم نہ لگایا جائے'' مگر جاوید مغل کے معاملے میں اس آیت کو آڑ بنا کر بھی 'قصاص' سے گریز کی صورت پیدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ جاوید مغل کا جرم اتنا سنگین ہے کہ اس پر قصاص کی سزا نافذ کرتے ہوئے کسی قسم کی 'زیادتی' کا امکان ہی نہیں ہے۔ بلکہ اسے 'برابر کی سزا' دینا بھی اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ اسے 'اتنی سزا' دی ہی نہیں جاسکتی جتنی اس نے سو بچوں کو تکلیف پہنچائی۔

(۴) جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کو غیر شرعی قرار دینے والوں کے نزدیک غالباً سب سے بڑی دلیل یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ (ہیئت بگاڑنے) سے منع فرمایا۔ لیکن شریعت کو سمجھنے کا طریقہ علماء کے ہاں یہ رہا ہے کہ وہ ایک موضوع پر تمام آیات واحادیث کو پیش نظر رکھ کر شرعی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی آیت جس میں الٹی طرف سے ہاتھ پاؤں کاٹنے، مجرم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے، صحیح بخاری کی قبیلہ عرینہ کے بارے میں بیان کردہ حدیث اور صحیح مسلم میں یہودی کا سر کچلنے والی جیسی صریح احادیث وآیات کی موجودگی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سب کو سامنے رکھ شریعت کا منشا طے کیا جائے۔ جس کی صورت یہی ہے کہ عمومی حالات میں شریعت مطہرہ نے مثلہ کرنے یا مقتول کو اذیت دینے سے منع کیا ہے لیکن جوابی سزا کے طور پر، جرم کے استیفاء کی غرض سے اور جرائم کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مخصوص حالات میں ان کی اجازت بھی دی ہے اور انہی میں سے ایک سنگین ترین صورت حال جاوید مغل جیسے وحشی قاتل کی بھی ہے، جس کی وحشت وبربریت کی مثال معلوم تاریخ میں آج تک دستیاب نہیں ہوسکی۔

چنانچہ سورۃ المائدہ کی آیت، قبیلہ عرینہ کے متعلق بخاری ومسلم کی صحیح احادیث اور یہودی قاتل کا پتھروں سے سر کچلنے والی حدیث سے، مثلہ والی حدیث کا تطابق ضروری ہے۔ نجانے احناف کے بعض فقہاء اس تطبیق کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کرتے۔ محض اپنے موقف کی صداقت وقوت کو ثابت کرنے کے شدید داعیہ کے زیر اثر وہ ایک صحیح حدیث کو دوسری کے لئے ناسخ قرار دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جبکہ نسخ کے ثبوت کے لئے علماء کے ہاں باقاعدہ اصول وقوانین ہیں، جن کے ذریعے نسخ کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ شریعت کا معاملہ کوئی ایسا کھیل تو نہیں کہ جس چیز کو چاہیں منسوخ قرار دے دیا جائے۔ مفتی محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

''اوّل یہ کہ کسی حکم شرعی کے بارے میں جو آنحضرتؐ سے ثابت ہو، نسخ کا دعویٰ کرنا بہت ہی سنگین بات ہے۔ اور اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے، محض قیاس وگمان سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں''.....

حافظ سیوطی الاتقان (۲:۲۴) میں لکھتے ہیں:

''ابن حصار کہتے ہیں کہ نسخ کے باب میں صرف نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے یا کسی صحابی سے منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں حکم منسوخ کردیا، اور نسخ کا حکم اس وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب کہ دونصوص میں قطعی تعارض ہو (جس میں مطابقت دینا ممکن نہ ہو) اور ساتھ ہی تاریخ سے بھی متقدم اور متاخر کو معلوم کیا جاسکے..... کیونکہ نسخ کا مطلب ایک ایسے حکم کو اُٹھانا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں ثابت تھا اور اس کی جگہ پر دوسرے حکم کو رکھنا ہے۔ اس بارے میں لائق اعتماد نقل صریح یا قطعی تاریخ ہی ہوسکتی ہے نہ کہ محض رائے اور اجتہاد'' (ماہنامہ 'بینات' کراچی: شمارہ جون وجولائی ۱۹۸۱ء)

☆ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں فسادیوں کے لئے ایک سزا سولی پر چڑھانا ہے، اس کے متعلق ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے کہ بھوکا پیاسا مرجائے؟ یا نیزے وغیرہ سے قتل کردیا جائے؟ یا پہلے قتل کردیا جائے پھر سولی پر لٹکایا جائے تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے دے کر پھر اتار لیا جائے یا یونہی چھوڑ دیا جائے''۔

ابن کثیرؒ کے ان جملوں سے ایک بات مترشح ہوتی ہے کہ بزرگ فقہا کا ایک گروہ فسادی قاتلوں کو قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکائے جانے کو جائز سمجھتا ہے تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور ایک گروہ یہ بھی رائے رکھتا ہے کہ سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے، یعنی لاش گل سڑ کر خود ہی گرے۔ اگر فقہا کا ایک گروہ فسادیوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبرت کا نمونہ بنانے، ان کی لاش کو سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دینے کو روا سمجھتا ہے، تو پھر یہ تو بتلایئے، اگر آج ایک ایڈیشنل سیشن جج اللہ بخش رانجھا صاحب نے سو بچوں کے وحشی قاتل جاوید مغل کو دو سو مرتبہ پھانسی دینے کے بعد اس کی لاش کے سو ٹکڑے کر کے تیزاب کے ڈرم میں ڈالنے کی سزا سنائی ہے، تو پھر اس پر طوفان کیوں کھڑا کیا جا رہا ہے اور اسے 'غیر شرعی' کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس کا مقصد دیگر لوگوں کے لئے عبرت کا سامان پیدا کرنا ہے۔ اگر 'مثلہ' کے معاملے میں بقول بصاصؒ فقہا میں اتفاقِ رائے ہے، تو پھر سولی پر لٹکا کر چھوڑ دینے کا معاملہ کیا 'مثلہ' سے کم ہے۔ لاش کو کتوں اور حیوانات کی خوراک کے طور پر سولی پر لٹکا کر چھوڑ دینا کیا شرفِ انسانیت کے منافی نہیں ہے؟ مگر اسکی تو بعض فقہا حمایت کرتے ہیں مگر جاوید مغل جیسے قاتلوں کی سزا پر اعتراض وارد کرتے ہیں۔

مصر کے قومی مرکز برائے تحقیقات وتعزیرات نے 'انسدادِ جرائم' کے موضوع پر قاہرہ میں ۲ تا ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو ایک سمپوزیم منعقد کروایا جس کا عنوان تھا ''انتقامِ جرائم اور ان کا سدباب''..... اس سمپوزیم میں یہ کہا گیا کہ شخصی بدلہ سے مراد قتل کے بدلہ انتقامِ قتل ہے۔ یہ مسئلہ تاریخ کے ان ادوار میں زیادہ ابھرا ہے جب کہ حکومت ضابطہ قصاص کو پورے طور پر نافذ کرنے سے قاصر رہی۔ اس سمپوزیم کی چند سفارشات میں سے ایک اہم سفارش یہ تھی:

''عدالتی طریق کار قتل کے مقدمات میں جلد فیصلہ کی ضمانت دے اور شخصی بدلہ کی بنا پر قتل کی سزا اس قدر عبرت انگیز ہو جس سے ورثائے مقتول کے انتقامی جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں تاکہ وہ خود قصاص لینے کی کوشش سے باز رہیں اور رائے عامہ بھی مطمئن ہو جائے'' (قصاص فی الفقہ الاسلامی، صفحہ ۴۸)

مصری سیمینار کی اس سفارش کی روشنی میں جناب اللہ بخش رانجھا کے فیصلہ پر غور کیجئے؟ کیا یہ اس سفارش پر عملدرآمد کی صورت نہیں ہے؟ کیا سو بچوں کے مظلوم والدین کے کلیجے اس فیصلے سے ٹھنڈے نہیں ہوئے؟ کیا رائے عامہ اس سے مطمئن نہیں ہے؟ یقیناً ہے، تو پھر یہ فیصلہ قابل قبول کیوں نہیں ہے؟ حکومت اس کے خلاف اپیل میں کیوں جانا چاہتی ہے؟

یہاں ہم مسٹر کلائیو سے گفتگو کے دوران ہونے والی ایک بات کو بھی ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں مسٹر کلائیو نے بتایا کہ برطانیہ میں جب جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو رائے عامہ کے ایک طبقہ نے کہا:

It is a goof idea, We should treat peodophiles like this.

یعنی! ''یہ بڑا اچھا خیال ہے۔ ہمیں بھی بچوں کے قاتلوں کو ایسی ہی سزا دینی چاہئے''

جب برطانیہ کے عوام کا ایک طبقہ اس سزا کو اچھا خیال کرتا ہے تو ہمارے ہاں 'انسانی حقوق' کے ڈھنڈورچی اس کی مخالفت نجانے کیوں کرتے ہیں؟ پاکستان کے انسانی حقوق کے علمبردار تو جاوید مغل کو برسرعام پھانسی کو انسانی حقوق کے منافی اور وحشیانہ طریقہ کہہ رہے ہیں۔ مگر جاوید مغل نے خود اپنی پھانسی کی سزا کو ٹیلی ویژن پر دکھانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے (روزنامہ 'پاکستان' یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء)

مختصراً جاوید مغل کو دی جانے والی سزا 'قصاص' کے اسلامی قانون سے مطابقت رکھتی ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ نے کھل کر 'قصاص' کی حمایت کی ہے۔ البتہ حنفیہ نے جن دلائل کی بنیاد پر ''تلوار ہی میں قصاص ہے'' جیسا موقف اپنایا ہے، ان کے دلائل تعمیم کے درجہ میں ہیں۔ ان کا اطلاق جاوید مغل جیسے ننگ انسانیت وحشی قاتلوں پر ہرگز نہیں ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ جاوید مغل کو دی جانے والی سزا پاکستان میں قصاص کے نفاذ کے اسلامی طریقہ کار کو فروغ دینے کے لئے سنگِ میل ثابت ہوگی۔ (محمد عطاء اللہ صدیقی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام ومسائل

پروفیسر نجیب الرحمٰن کیلانی

کتابیہ عورت سے نکاح

چند دنوں کی بات ہے کہ نمازِ عصر کے بعد ایک دوست پوچھنے لگے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے بارے میں ذرا وضاحت کریں۔ تفصیل پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میرا ایک دوست عرصہ بارہ سال سے جرمنی میں رہائش پذیر ہے۔ وہاں جا کر اس نے دوسرے سال ہی ایک عیسائی عورت سے شادی کر لی تھی۔ جب بھی کبھی وہ پاکستان آتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ میں دلی طور پر اس شادی سے مطمئن نہیں ہوں۔ جب کہ وہ عورت اب تک اپنے دین یعنی عیسائیت پر قائم ہے اور بچوں کو بھی عیسائیت کی طرف مائل کر رہی ہے۔ چونکہ ان کے بچے بھی ہیں، اس لئے اس عورت کو چھوڑنا ممکن نہیں رہا۔ مزید تفصیل پر معلوم ہوا کہ یہ صرف اسی کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہاں کے مشنری ادارے فوراً اپنی لڑکیوں کا ان مسلمانوں سے نکاح کرا دیتے ہیں جو تلاشِ روزگار کے سلسلے میں وہاں جاتے ہیں اور جب یہ مسلمان واپس آتے ہیں تو ان عورتوں کو ویسے ہی چھوڑ آتے ہیں۔ اس طرح یہ صرف نام کے ہی مسلمان رہ جاتے ہیں وگرنہ ان کی تہذیب، معاشرت، لین دین، اکل و شرب سب کچھ عیسائیوں جیسا ہی ہوتا ہے۔ وہ اتوار کے اتوار گرجا میں تو بے شک نہیں جاتے مگر اپنی نمازوں سے ضرور بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ اپنی عیسائی بیویوں کے ساتھ مل کر بلا جھجک خنزیر کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور شراب سے بھی دل بہلاتے ہیں۔ یہ صرف جرمنی کا ہی واقعہ نہیں بلکہ گرین کارڈ اور نیشنلٹی کے چکر میں برطانیہ، امریکہ الغرض دوسرے کئی ایک ممالک میں مسلمان اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

یہودی اور نصرانی عورت سے نکاح ان کے اہل کتاب ہونے کی بنا پر قرآن نے جائز ٹھہرایا ہے اگرچہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کی ہوئی ہے۔ لیکن بہرحال وہ آسمانی مذہب کے حامل ہیں۔ اسلام نے جس طرح ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے، اسی طرح ان کی عورتوں سے رشتہ مصاہرت قائم کرنا بھی جائز ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

''اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے۔ نیز خود مومن عفیفہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اور ان لوگوں کی عفیفہ عورتیں بھی جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشرطیکہ اس سے تمہاری غرض مہر ادا کر کے انہیں نکاح میں لانا ہو محض شہوت رانی اور پوشیدہ آشنائی نہ ہو۔ اور جس نے بھی ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا، اس کا وہ عمل برباد ہوگیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا" (المائدہ:۵)

اسلامی رواداری کی یہ ایک نادر مثال ہے جو دوسرے مذاہب میں نہیں مل سکتی۔ اسلام نے اہل کتاب کو کافر اور گمراہ قرار دینے کے باوجود مسلمان کے لئے جائز کردیا ہے کہ کتابیہ اس کی بیوی اور اس کے گھر کی مالکہ ہو جس سے وہ سکون حاصل کرسکتا ہے، جو اس کی راز دان بن سکتی ہے، جو اس کی اولاد کی ماں بن سکتی ہے۔ جبکہ زوجیت کے تعلق کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (الروم:۲۱)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودت و رحمت پیدا کی"

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے مگر یہ اجازت بھی کچھ شرائط کے ساتھ مخصوص ہے اور ان شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے وگرنہ رخصت کا بھی کوئی جواز نہیں۔ جس طرح اسلام نے مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے مگر ساتھ انصاف کی شرط ہے۔ اگر انصاف نہ ہو تو ایک کے بعد دوسری کی بھی اجازت نہیں ہے، چار تو بعد کی بات ہے۔ کتابیہ عورتوں سے نکاح کی شرائط وہی ہیں جو مسلمان عورتوں کے لئے ہیں یعنی نکاح کا مقصد محض شہوت رانی نہ ہو بلکہ مستقل بنیادوں پر ہو اور اس نکاح کا باقاعدہ اعلان ہو اور ان کے حق مہر انہیں ادا کئے جائیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کتابیہ عورت مُحْصَنَات (پاکباز عورتوں) میں سے ہو۔ اور محصنات سے مراد عفت مآب اور بدکاری سے بچنے والیاں ہے جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۵ میں محصنات کے ساتھ ہی ﴿غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔

اس حکم کی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ ابن عباسؓ کا خیال ہے کہ یہاں اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اسلامی حکومت کی رعایا ہوں۔ رہے دارالحرب اور دارالکفر کے یہود و نصاریٰ تو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ حنفیہ اس سے تھوڑا سا اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک بیرونی ممالک کی اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا حرام تو نہیں مکروہ ضرور ہے۔ بخلاف اس کے سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ اس کے قائل ہیں کہ آیت اپنے حکم میں عام ہے لہٰذا ذمی اور غیر ذمی میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر محصنات کے مفہوم میں بھی فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک اس سے مراد پاک دامن عصمت مآب عورتیں ہیں اور اس بنا پر وہ اہل کتاب کی آزاد منش عورتوں کو اس اجازت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ یہی رائے حسنؒ، شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ کی ہے۔ اور حنفیہ نے بھی اسی کو پسند کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخلاف اس کے امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہاں یہ لفظ لونڈیوں کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، یعنی اس سے مراد اہل کتاب کی وہ عورتیں ہیں جو لونڈیاں نہ ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ کتابیہ عورت سے نکاح صرف اس صورت میں جائز ہوگا جبکہ کسی فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص اگر کسی خوبصورت کتابیہ عورت سے نکاح کے بعد اس کے عشق میں مبتلا ہو کر یا اس کے عقائد واعمال سے متاثر ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یا اپنی اولاد کے عقیدہ وتربیت کے حوالے سے اپنی بیوی کی طرف سے اندیشہ محسوس کرے تو ایسی صورت میں نکاح ہرگز جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت کے آخر میں الفاظ ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے، اس خطرہ کے پیش نظر حتی الامکان کتابیہ عورتوں سے نکاح سے بچنا ہی بہتر ہے اور اگر ایسی اضطراری حالت ہو کہ نکاح نہ کرنے سے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو پھر نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نصرانی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے بڑا شرک کیا ہوگا کہ وہ کہتی ہو کہ اس کا ربّ عیسیٰ ہے اور جب یہ مشرک ٹھہریں تو نص قرآن موجود ہے ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرہ:۲۲۱) ''یعنی مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں''۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ ان سے رک گئے، یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت میں اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کرنے کی رخصت نازل ہوئی تو صحابہ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت سے ایسے نکاح اسی آیت کو دلیل بنا کر کرنا ثابت ہیں۔ گویا پہلے سورہ بقرہ کی آیت کی ممانعت میں یہ بھی داخل تھیں لیکن دوسری آیت نے انہیں مخصوص کر دیا۔

☆ یہاں پر یہ بات خصوصی طور پر قابل ذکر ہے کہ مسلمان عورت کے لئے غیر مسلم مرد سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ وہ کتابی ہو یا غیر کتابی۔ اس کے لئے کسی حال میں غیر مسلم سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ (البقرہ:۲۲۱)

''اپنی عورتوں کو مشرکین کے نکاح میں نہ دو، جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں''

اور کوئی نص ایسی وارد نہیں ہوئی جس میں اہل کتاب کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

اسلام نے مسلمانوں کو یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے لیکن مسلمان عورتوں کو یہودیوں اور نصرانیوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد گھر کا مالک ہوتا ہے۔ اور عورت کے لئے قوّام کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز اس کے بارے میں جواب دہ ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ حقیقت کہ اسلام نے کتابیہ بیوی کو آزادئ عقیدہ کی ضمانت دی ہے اور شرعی قوانین و احکامات کے ذریعہ اس کے حقوق متعین کئے ہیں اور اس کی حرمت کا تحفظ کیا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کس طرح اپنی بیٹیوں کے مستقبل کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے اور ان کو ایسے لوگوں کے حوالہ کر سکتا ہے جو ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے دین کے معاملہ میں نہ رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ عہد کا؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی رواداری سے یہ بھی ہے کہ مرد کو اپنی بیوی کے عقیدہ کا احترام کرنا چاہئے تاکہ دونوں کے درمیان بہتر تعلقات بحال رہیں۔ خیرخواہی کے نقطہ نظر سے اسے مناسب ماحول میں اپنی بیوی کو حق کی دعوت دیتے رہنا چاہئے لیکن یہ نہ چڑ پیدا کرے نہ اس میں جبر کا شائبہ ہو۔ جہاں تک مسلمان کے عقیدہ کا تعلق ہے وہ یہودیت و نصرانیت کو ان کی اصل کے اعتبار سے ان کی تحریفات کو قطع نظر کرتے ہوئے، آسمانی مذہب خیال کرتا ہے۔ وہ تورات و انجیل پر ایمان رکھتا ہے اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ جیسے اولوالعزم رسولوں کو بھی مانتا ہے۔ اس لئے کسی کتابی عورت کے لئے ایسے مرد کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل نہیں ہے جو اس کے اصل دین، اس کی کتاب اور اس کے نبی کا احترام کرتا ہو، اور صرف احترام ہی نہیں بلکہ ان باتوں کو مانے بغیر اس کا ایمان ہی صحیح نہ قرار پاتا ہو۔ اس کے برخلاف یہودی اور نصرانی اسلام کا ادنیٰ اعتراف نہیں کرتے۔ نہ اسلام کی کتاب کا، نہ اس کے رسول کا۔ لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مسلمان عورت اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے مرد کے زیر سایہ زندگی گزارے؟ جبکہ مسلمان عورت کا دین اس سے شعائر و عبادات، فرائض و واجبات کا مطالبہ کرتا ہے اور کتنی چیزوں کو حلال اور حرام قرار دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان عورت کے لئے اپنے عقیدہ اور اپنے دین کا تحفظ کرنا جبکہ مرد قوام ہو کر اس کا پوری طرح منکر ہو، ایک امر محال ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ غیر مسلم چاہے وہ کتابی ہو یا غیر کتابی، کبھی بھی مسلمان کا دلی طور پر خیرخواہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی واضح کیا ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾

"اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے لئے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے" (آل عمران:۱۱۸)

یعنی وہ کبھی مسلمان کے خیرخواہ نہیں ہوسکتے۔ زبان سے بے شک خیرخواہی کے لاکھ دعوے کرتے رہیں۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے بارہا صحابہ کرامؓ کو اس بات سے خالفوا الیھود والنصاری کے الفاظ سے متنبہ کیا۔ اس کی مثال بھی مجھے اسی دوست کی زبانی معلوم ہوئی۔ وہ کہنے لگا کہ میرا ایک جاننے والا مجھے اکثر کہتا ہے کہ اگر تم لندن جانا چاہتے ہو تو میں تمہارا مفت جانے کا بندوبست کردوں گا۔ نہ کوئی ویزہ کا خرچہ اور نہ ٹکٹ وغیرہ۔ میں نے کہا: نہیں، مگر وہ باصرار مجھے جانے کے لئے کہتا رہا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ، تم مجھے کیوں مفت میں لے جانا چاہتے ہو جبکہ لوگ اس کام کے لئے ہزروں روپے خرچ کرتے ہیں اور کئی جائز و ناجائز طریقے اپناتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ تم میرے دوست ہو تمہیں بتا دیتا ہوں ورنہ میں نے یہ بات کبھی کسی کو بتائی نہیں۔ وہاں عیسائی امراء ان مسلمانوں کو اپنے خرچہ پر بلاتے ہیں۔ جانے پر ان کو ان عیسائیوں کے گھر میں خاکروب کے طور پر معمولی تنخواہوں پر رکھا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ان کو اسلام سے برگشتہ کیا جاتا ہے پھر ان کی داڑھیاں منڈوائی جاتی ہیں اور اگر وہ کسی طرح اسلام کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوں تو اسلام کی آڑ میں ہی اپنی کسی بیٹی، بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیتے ہیں اور اسی طرح اس کو پکا عیسائی بنا لیتے ہیں۔ یہ مفت میں لندن، امریکہ بلانا ان کے مشن کا حصہ ہے۔

کتابیہ عورت سے نکاح کے جواز جیسی مزید کئی رخصتیں جن سے فساد پیدا ہو، ایسی اجازت کو خلیفہ وقت، وقتی مصالح کی خاطر مطلوبہ عرصہ کے لئے ختم بھی کر سکتا ہے اور ایسے فیصلے کی حیثیت محض وقتی فیصلے یا آرڈیننس کی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب کتابیہ عورتوں سے نکاح کا رواج پڑ گیا جس سے نئے نئے فتنے ابھرنے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس نکاح پر پابندی لگا دی۔

چنانچہ آج بھی اگر مسلمان اس جواز کی وجہ سے انحطاط اور زوال کی طرف جا رہے ہوں تو وقتی طور پر اس طرح کی انتظامی پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ اگر یہ امکان موجود ہو کہ اس طریقہ سے ہم عیسائی عورتوں کو اسلام کی طرف راغب کر سکیں گے تو اس اجازت سے فائدہ بھی اٹھانا چاہئے وگرنہ کتابی عورت سے نکاح کرنے میں نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔

ہر ماہ "محدث" حاصل کرنے کے طریقے

ہمارے بہت سے کرم فرما محدث کا مطالعہ باقاعدگی سے کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کے حصول کے بارے میں اکثر استفسار کرتے رہتے ہیں..... یہاں ہم محدث کی وصولی کے چند سادہ طریقے لکھے دیتے ہیں:

☆ محدث کی زیادہ تقسیم بذریعہ ڈاک ہوتی ہے۔ اپنے ڈاک خانے میں جا کر ۲۰۰ روپے کا منی آرڈر بنام ماہنامہ محدث ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700 ارسال کریں، آپ کو سال بھر محدث گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔

☆ اگر آپ کو ڈاکخانے جانے کی فرصت نہیں تو فون 5852897, 5866396, 5866476 پر (شفیق کوکب یا ظفر حسین کو) اپنا نام و مکمل پتہ لکھوا کر VP طلب کر لیں۔ لاہور سے باہر کے رہائشی صرف ایک خط کے ذریعے اپنا تقاضا بھیج سکتے ہیں۔ اس صورت میں آئندہ شمارہ آپ کے دیے پتہ پر مل جائے گا اور ڈاکیہ از خود آپ سے ۲۲۰ روپے طلب کر لے گا۔ بعض اوقات ڈاکیہ انتظار نہیں کرتا یا فوری طور پر ۲۲۰ روپے کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے VP واپس دفتر محدث کو چلی جاتی ہے، جس سے ادارہ کو ۱۰ روپے بلاوجہ ادا کرنے پڑتے ہیں، اس لئے VP کے بجائے منی آرڈر زیادہ بہتر ہے، بامر مجبوری VP منگوانے کی صورت میں اسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔

☆ وہ حضرات جو محدث کا مطالعہ شروع کرنا چاہیں یا آپ اپنے بعض احباب کو محدث سے متعارف کرانا چاہیں تو خط پر مکمل نام پتہ لکھ کر نمونہ کا پرچہ مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ ۵ خریدار بنانے کی صورت میں آپ کو محدث مفت ارسال کیا جائے گا۔

☆ محدث لاہور کے معروف بک سٹالوں پر دستیاب ہے۔ ان دنوں مختلف بک سٹالوں پر محدث مہیا کرنے کی مہم شروع کی گئی ہے۔ بکسٹال کو محدث حاصل کرنے پر ۳۳٪ رعایت دی جاتی ہے، اپنے قریبی بکسٹال والے کو آپ توجہ دلا کر ہمیں اس سے رابطہ کرنے کی ہدایت کریں تاکہ آپ کے علاقے میں بھی اس کا حلقہ قارئین بڑھ سکے۔

☆ بیرونِ پاکستان سے محدث منگوانے کی صورت میں ۲۰ امریکی ڈالر سالانہ درج ذیل اکاؤنٹ میں بھجوائیں:

Monthly MUHADDIS A/c No: 984 UBL - Model Town Crossing, Lahore

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر: شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ
ترجمہ: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

آدابِ نماز

[اُردو ترجمہ تلخیص صفة صلاة النبي ﷺ]

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اَسلاف کا سا قوتِ حافظہ عطا فرمایا۔ اسماءِ رجال اور تحقیق حدیث کے سلسلہ میں روئے زمین پر کم از کم دورِ حاضر میں آپ جیسا کوئی دوسرا آدمی نظر نہ آیا۔ آپ کی بہت سی تصانیف منصۂ شہود پر آ کر اہل علم اور قدر دان حضرات سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

آپ کی مشہورِ زمانہ تالیف 'صلوٰۃ النبیؐ' ہے جس میں آپ نے اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی نماز کا مکمل نقشہ پیش فرمایا ہے۔ یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے انمول تحفہ ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے اور مارکیٹ میں بھی دستیاب ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی اس کتاب کی تلخیص بھی شائع کی تھی جس میں انتہائی اختصار مگر حد درجہ جامعیت کے ساتھ نماز کے اَحکام بیان کئے گئے ہیں۔ الحمدللہ اس مختصر کتاب کا ترجمہ کرنے کی سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سابقہ تراجم، کتب و نگارشات کی طرح اسے بھی برادرانِ اسلام کی اِصلاح کے لئے نافع اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

قارئین سے التماس ہے کہ اپنی دعاؤں میں راقم کو، میرے والدِ محترم مولانا ابوسعید عبدالعزیز سعیدی مرحوم اور اساتذۂ کرام کو بھی یاد رکھیں۔ (مترجم)

مقدمہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيأت أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

أما بعد..... میرے فاضل دوست، المکتب الاسلامی کے مالک جناب الاستاذ زہیر الشاویش نے مجھے تجویز پیش کی کہ میں اپنی کتاب صفة صلاة النبی ﷺ من التكبير إلى التسليم كأنك تراها" کی تلخیص اور اختصار کر کے اس کی عبارت کو عامۃ الناس کے لئے سہل تر کر دوں۔ میں نے اسے ایک بابرکت تجویز سمجھا اور ایک زمانہ سے میرے ذہن میں بھی اس قسم کا خیال آ رہا تھا، اب خصوصاً جب ایک بھائی اور دوست سے یہ تجویز سنی تو اس نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اپنی کثیر علمی مصروفیات کے باوجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کام کے لئے کچھ وقت نکالوں۔ چنانچہ میں نے اپنی وسعت بھر اس تجویز کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کی ٹھانی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے خالص اپنے لیے بنائیں اور اس کے ذریعہ میرے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچائیں۔

میں نے اس میں اصل کتاب سے کچھ زائد باتیں ذکر کردی ہیں جن کی طرف مجھے دورانِ تلخیص دھیان ہوا اور میں نے ان کا ذکر کردینا مناسب سمجھا۔ ایسے ہی احادیث کے یا دعاؤں کے بعض جملوں میں مذکور اَلفاظ کی تشریح کا بھی اہتمام کیا ہے۔

علاوہ ازیں میں نے اس تلخیص میں بنیادی عناوین قائم کرکے ذیلی سرخیاں بھی قائم کردی ہیں جن کے تحت مسلسل نمبروں کے تحت کتاب کے مسائل ذکر کئے ہیں۔ نیز میں نے ہر مسئلہ میں اس کے رکن یا واجب ہونے کا حکم بھی بیان کردیا ہے اور جن مسائل کے حکم بیان کرنے سے سکوت کیا، وہ مسنون ہیں۔

رکن: وہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ چیز مکمل ہو جس میں یہ ہے اور اس کے عدمِ وجود سے اصل چیز کا بطلان لازم ہو، مثلاً نماز میں رکوع رُکن ہے، اس کے نہ ہونے سے نماز کا بطلان لازمی ہے۔

شرط: یہ بھی رکن کی طرح ہے۔ البتہ یہ جس چیز کے لئے شرط ہوا، اس سے خارج ہوتی ہے۔ مثلاً نماز کے لئے وضو شرط ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔

واجب: وہ چیز جس کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہو اور اس کی رکنیت وشرطیت پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اس کے کرنے والا ثواب کا مستحق اور بلا عذر ترک کرنے والا عذاب کا سزاوار ہو۔

فرض: بھی واجب کی طرح ہوتا ہے۔

فرض اور واجب میں فرق کی اصطلاح نئی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں۔

سنت: وہ عبادات جن پر آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ یا عموماً عمل کیا ہو اور اس پر عمل کرنے کا وجوبی حکم نہ دیا ہو، اس کرنے والا ثواب کا مستحق ہو اور تارک کو سزا نہ دی جائے۔

ایک حدیث جسے مقلدین آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔ جس میں آپؐ نے فرمایا: من ترك سنتي لم تنله شفاعتي

''جس نے میری سنت کو ترک کیا، اسے میری شفاعت نصیب نہ ہوگی''

اس کی آنحضرت ﷺ سے کوئی اَصل نہیں، اس قسم کی احادیث کی نسبت آپؐ کی طرف کرنا جائز نہیں۔ خطرہ ہے کہ یہ عمل آپؐ کے خلاف زبان درازی نہ ہوجائے۔ آپؐ نے فرمایا ہے:

من قال علي مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار ''

''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی، جو میں نے نہیں کہی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''

ایک مزید بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس کتاب میں، میں نے مذاہبِ اربعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی متعین مذہب کو ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا بلکہ میں نے محدثین کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ لوگ ہر اس حدیث پر عمل کرنے کا التزام کرتے ہیں جو آپؐ سے سنداً ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب و مسلک تمام مسالک و مذاہب سے زیادہ قوی ہے۔ اس کی گواہی ہر مسلک و مذہب کے منصف مزاج لوگوں نے دی ہے۔ انہی میں سے ابوالحسنات عبدالحئی لکھنوی حنفی بھی ہیں، انہوں نے فرمایا:

ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ لوگ صحیح معنوں میں نبی ﷺ کے وارث، اور ان کی شرع کے صحیح معنوں میں نواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہی میں سے اُٹھائے اور ان کی محبت و سیرت پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین!

اور اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل پر رحمتیں فرمائے، انہوں نے فرمایا:

دين النبي محمد أخبار	نعم المطية للغني آثار
لا ترغبن عن الحديث وأهله	فالرأي ليل والحديث نهار
ولربما جهل الفتى أثر الهدىٰ	والشمس بازغة لها أنوار

''نبی ﷺ کا دین احادیث ہیں اور انسان کے لئے بہترین سواری ہیں۔ تو حدیث اور اہل حدیث سے اِعراض بالکل نہ کر کیونکہ رائے رات کی مانند (سیاہ) اور حدیث دن کی مانند روشن ہے۔ بسا اوقات انسان سیدھی راہ کے نشانات بھول جاتا ہے حالانکہ چمکتے سورج کی روشنیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔

محمد ناصر الدین البانی (دمشق، ۲۶/صفر ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)

کعبہ کی طرف متوجہ ہونا

۱۔ نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہو، وہ جہاں کہیں بھی ہو، قبلہ کی طرف منہ کرے، نماز فرضی ہو یا نفلی۔ قبلہ رو ہونا نماز کا رکن ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ گھمسان کی لڑائی میں نمازِ خوف کے موقعہ پر لڑنے والے شخص سے نماز میں قبلہ رو ہونا ساقط ہو جاتا ہے..... اسی طرح وہ شخص جو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو جیسے مریض یا وہ آدمی جو کشتی، گاڑی، ہوائی جہاز وغیرہ پر ہو اور اسے نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہو..... اسی طرح جو شخص جانور وغیرہ پر سفر کر رہا ہو اور اسی حال میں نفلی نماز یا وتر پڑھ رہا ہو، ان سب کے لیے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں۔ ہاں البتہ نفلی نماز اور وتر پڑھنے والے شخص کے لیے ممکن ہو تو تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ رو ہونا مستحب ہے، اس کے بعد جدھر کو سفر کرنا چاہتا ہو، چلا جائے۔

۳۔ جو شخص عین کعبہ کو دیکھ رہا ہو اس پر عین کعبہ کی طرف متوجہ ہونا واجب ہے۔ اور جو شخص کعبہ کو نہ دیکھ رہا ہو وہ اس کی جہت کی طرف منہ کرے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطی سے غیر کعبہ کی طرف نماز پڑھ لے تو!

۴۔ کوئی شخص بادل وغیرہ کی صورت میں انتہائی کوشش کے باوجود قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوگی اور اس پر نماز کا اِعادہ ضروری نہیں۔

۵۔ کوئی شخص قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو، اس دوران کوئی معتبر شخص اسے قبلہ کی جہت بتلا دے تو اس پر لازم ہے کہ اُدھر کو منہ کر لے، اس کی نماز درست ہوگی۔

قیام

۶۔ قیام، نماز کا رکن ہے، اس لئے نمازی پر لازم ہے کہ وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔ البتہ مندرجہ ذیل صورتوں میں نمازی، نماز میں کھڑے ہونے سے مستثنیٰ ہیں:

خوف اور شدید لڑائی کے وقت نماز پڑھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ سوار ہی نماز پڑھ لے،

وہ مریض جو کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، اگر ممکن ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر اس کے لیے بیٹھنا بھی مشکل ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لے۔

اسی طرح نفل نماز پڑھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ چاہے تو سوار ہونے کی حالت میں یا بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور رکوع وسجود سر کے اشارہ سے کر لے، البتہ رکوع کی نسبت سجدہ میں زیادہ جھکے۔

اسی طرح مریض بھی بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور رکوع وسجود اشارہ سے کر لے۔

۷۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لئے اپنے سامنے زمین پر کوئی بلند چیز رکھ کر اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اگر وہ براہِ راست زمین تک نہیں جا سکتا تو اشارہ سے پڑھ لے البتہ رکوع کی نسبت سجدہ میں زیادہ جھکے۔

کشتی اور جہاز میں نماز پڑھنا

۸۔ کشتی اور ہوائی جہاز میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔

۹۔ ان میں نماز پڑھتے ہوئے اگر گرنے کا خطرہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے۔

۱۰۔ بڑھاپے یا کمزوری کی صورت میں نمازی کیلئے قیام کی حالت میں کسی ستون یا لاٹھی کا سہارا لینا جائز ہے۔

ایک ہی نماز میں کھڑا ہونا اور بیٹھ رہنا

۱۱۔ رات کی نفلی نماز کھڑے ہو کر یا بغیر کسی وجہ کے بیٹھ کر پڑھ لینا بھی جائز ہے اور یوں بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سے کچھ قبل کھڑا ہو جائے اور باقی ماندہ آیات کھڑے ہو کر تلاوت کر لے، پھر رکوع اور سجدے کرے، پھر دوسری رکعت میں دوبارہ اسی طرح کرے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں آلتی پالتی مار کر یا جس طرح بیٹھنے میں نمازی کو سہولت ہو، بیٹھ سکتا ہے

جوتوں سمیت نماز پڑھنا

۱۳۔ جیسا کہ نمازی کے لئے جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، اسی طرح ننگے پاؤں بھی جائز ہے۔

۱۴۔ افضل یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً دونوں طرح جیسے آسانی ہو نماز پڑھے۔ نماز کے لیے جوتے پہننے یا اُتارنے کا تکلف نہ کرے بلکہ وہ ننگے پاؤں ہو تو اسی طرح پڑھ لے اور اگر جوتے پہنے ہوئے ہو تو جوتوں سمیت پڑھ لے اِلا یہ کہ کوئی دوسری مجبوری لاحق ہو۔

۱۵۔ جوتے اُتار کر اپنی دائیں طرف رکھنے کی بجائے بائیں جانب رکھے، بشرطیکہ ادھر کوئی دوسرا شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ اگر اس کی بائیں جانب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے۔ آنحضرت ﷺ سے یہی حکم ثابت ہے۔ (۱)

منبر پر نماز پڑھنا

۱۶۔ امام کے لئے جائز ہے کہ لوگوں کو سکھانے اور تعلیم دینے کی خاطر منبر وغیرہ، کسی بلند جگہ پر نماز پڑھ کر دکھائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ منبر پر کھڑا ہو جائے، وہیں تکبیر تحریمہ کہے، قراءت کرے، رکوع کرے، پھر الٹے پاؤں نیچے اُتر کر منبر کے قریب سجدے کرے، اس کے بعد پھر اسی طرح کرے، جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔

سترہ کی طرف منہ کر کے اور اس کے قریب نماز پڑھنا واجب ہے

۱۷۔ نمازی پر لازم ہے کہ وہ سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، وہ مسجد میں ہو یا کسی دوسری جگہ، نمازی چھوٹا ہو یا بڑا، یہ حکم سب کے لیے برابر ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے کہ

''سترہ کے بغیر نماز نہ پڑھو اور نہ ہی کسی کو سامنے سے گزرنے کی اجازت دو، اگر سامنے سے گزرنے والا ضد اور اصرار کرے تو اس سے لڑ پڑو کیونکہ اس کے ہمراہ شیطان ہوتا ہے۔''

۱۸۔ سترہ کے قریب کھڑے ہونا بھی واجب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

۱۹۔ آنحضرت ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے مابین تقریباً بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی تھی، جو شخص سترہ کے اتنا قریب ہو کر نماز پڑھے، وہ سترہ کے قریب ہی ہوتا ہے۔ (۲)

۱۔ اس میں لطیف اشارہ ہے کہ نماز کی حالت میں نمازی جوتے اپنے سامنے نہ رکھے، اکثر نمازی اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے سامنے جوتے رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

۲۔ عام طور پر شام وغیرہ ممالک میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ دیوار یا ستون سے بہت دور مسجد کے وسط میں نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل آنحضرت ﷺ کے قول و عمل سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترہ کی بلندی

۲۰۔ ضروری ہے کہ سترہ زمین سے ایک یا دو بالشت بلند ہو، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إذا وضع أحدكم بين يديه مثل موفرة الرحل فليصل ولا يبالي من وراء ذلك"

''جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو نماز پڑھتا رہے اور اس سے ورے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے'' (۳)

۲۱۔ نمازی عین سترہ کی طرف متوجہ ہو کیونکہ سترہ کی طرف نماز پڑھنے کا یہی ظاہری مطلب ہے۔ بالکل سامنے کھڑے ہونے کی بجائے کچھ دائیں یا بائیں جانب ہونا ثابت نہیں۔

۲۲۔ زمین میں گاڑی ہوئی لکڑی، درخت، ستون کی طرف، چارپائی پر بستر میں لیٹی عورت کی طرف اور جانور، خواہ اونٹ ہی کیوں نہ ہو، سب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حرمت

۲۳۔ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں، قبریں انبیاء کی ہوں یا کسی اور کی۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت خواہ مسجدِ حرام ہی ہو

۲۴۔ نمازی کے سامنے سترہ ہو تو نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں، اس بارہ میں مسجدِ حرام اور دیگر مساجد کا کوئی فرق نہیں، عدمِ جواز میں تمام مساجد برابر ہیں، اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان عام ہے: "لو يعلم المارّ بين يدي المصلي ماذا عليه من الاثم لكان أن يقف أربعين خيراً له من أن يمر بين يديه" کہ ''نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اگر اپنے اس عمل کے گناہ کا علم ہو تو وہ گزرنے کی بجائے چالیس برس انتظار کرنے کو برداشت کرے''

اس سے نمازی اور اس کے سجدہ کی درمیانی جگہ سے گزرنا مراد ہے۔ (۴)

نمازی کا اپنے سامنے سے گزرنے والوں کو روکنا واجب ہے خواہ وہ مسجدِ حرام ہو

۲۵۔ جو شخص سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے سامنے سے کسی کو گزرنے دے، جیسا کہ ایک حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ

''تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے'' .....اسی طرح ایک اور حدیث ہے:

"إذا صلى أحدكم إلى شيئ يستره من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه

۳۔ اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ سترہ کے لئے زمین پر خط کھینچنا کافی نہیں، اس بارہ میں مروی حدیث ضعیف ہے۔

۴۔ مطاف میں آنحضرت ﷺ کی نماز کی حالت میں لوگوں کا آپ کے سامنے سے گزرنا صحیح ثابت نہیں اور اس میں یہ بھی ذکر نہیں کہ لوگ آپ کی سجدہ کی جگہ کے اندر سے گزرے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فليدفع في نحره و ليدرأ ما استطاع(وفي رواية فليمنعه مرتين) فان أبى فليقاتله فإنما هو شيطان"

''جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو اس کے سینہ پر دھکا دے اور حتیٰ الامکان اسے ہٹائے (اور ایک روایت میں ہے کہ اسے دو بار روکے) اگر نہ رُکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے''

کسی کو گزرنے سے منع کرنے کے لئے آگے کو چلنا

۲۶۔ غیر مکلف چیزوں مثلاً جانور اور چھوٹے بچے وغیرہ کو اپنے سامنے سے گزرنے سے منع کرنے کی خاطر نمازی کے لیے ایک یا اس سے زیادہ قدم آگے کو چلنا جائز ہے، تاکہ وہ نمازی کے پیچھے سے گزرے۔

نماز کو توڑنے والی چیزیں

۲۷۔ نماز میں سترہ کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے والے اور اس کے سامنے سے گزر کر نماز کو فاسد کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس شخص کے جو سترہ نہیں رکھتا جب اس کے سامنے سے بالغ عورت، گدھا یا سیاہ کتا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ نیت

۲۸۔ نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس نماز کے لیے کھڑا ہو، وہ دل میں اس کی نیت اور تعیین کرے مثلاً یہ کہ یہ نمازِ ظہر کے فرض ہیں یا عصر کے، یا ان کی سنتیں ہیں۔

نیت کرنا نماز کے لئے یا تو شرط ہے یا رکن۔ زبان سے نماز کی نیت کے الفاظ اَدا کرنا بدعت اور خلافِ سنت ہے اور ان مقلدین کے ائمہ میں سے کسی بھی امام نے یہ نہیں کہا۔

تکبیر

۲۹۔ پھر 'اللہ اکبر' کہہ کر نماز شروع کرے۔ یہ تکبیر نماز کا رکن ہے، اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا وہ فرمانِ مبارک ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا:

"مفتاح الصلوٰة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم"

''وضو نماز کی چابی ہے، تکبیر نماز میں داخل کرنے والی اور سلام نماز سے خارج کرنے والا ہے''

۳۰۔ کسی بھی نماز میں تکبیر بلند آواز سے نہ کہے، الا یہ کہ نمازی خود امام ہو۔

۳۱۔ امام بیمار ہو، اس کی آواز پست ہو یا نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس قسم کی صورتوں میں مؤذن کے لیے امام کی تکبیر کے ساتھ بآوازِ بلند تکبیر کہہ کر لوگوں کو سنانا جائز ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۲۔ امام کی تکبیر ختم ہونے کے بعد مقتدی تکبیر کہے۔

رفع الیدین اور اس کی کیفیت

۳۳۔ نمازی تکبیر کے ساتھ ہی یا اس سے پہلے یا بعد ہاتھ اٹھائے، یہ تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔

۳۴۔ نمازی اپنے ہاتھوں کو انگلیاں کھول کر پھیلا کر اٹھائے۔

۳۵۔ رفع الیدین کے موقعہ پر اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اٹھائے اور وقتاً فوقتاً ان کے اٹھانے میں اس قدر مبالغہ کرے کہ وہ کانوں کے نچلے حصہ کے برابر پہنچ جائیں۔ (۵)

ہاتھوں کو باندھنا اور اس کی کیفیت

۳۶۔ پھر تکبیر کہنے کے بعد نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، یہ عمل جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی صحابہ کو اس کا حکم دیا۔ لہٰذا ہاتھوں کو لٹکائے رکھنا جائز نہیں۔

۳۷۔ دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت، پونچی یا کلائی پر رکھے۔

۳۸۔ اور کبھی دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑ لے۔ (۶)

ہاتھ باندھنے کی جگہ

۳۹۔ نمازی اپنے ہاتھوں کو فقط سینے پر رکھے، اس بارے میں مرد اور عورت کا حکم ایک ہی ہے۔ (۷)

۴۰۔ (نماز میں) دایاں ہاتھ کو کھ پر رکھنا جائز نہیں۔

خشوع اور سجدہ کی جگہ دیکھنا

۴۱۔ نمازی پر لازم ہے کہ نماز میں خشوع اور عاجزی کا اظہار کرے اور اس قسم کی زینتوں اور نقش و نگار سے اجتناب کرے جو اسے نماز سے غافل کریں۔ کھانے کی طلب شدید ہو تو کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھے اسی طرح اگر پیشاب، پاخانہ روکا ہوا ہو تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا منع ہے۔

۴۲۔ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے۔

۴۳۔ دائیں بائیں متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر کی توجہ سے شیطان انسان کی نماز کو اُچک لیتا ہے۔

۴۴۔ (دورانِ نماز) آسمان کی طرف نظر اٹھانا جائز نہیں۔

۵۔ انگوٹھوں کا کانوں کی لوؤں کو لگانا۔ اس کا سنت میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں بلکہ میرے نزدیک یہ عمل وسوسہ کا نتیجہ ہے۔

۶۔ بعض متاخرین نے بیک وقت دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا اور معاً پکڑنا بھی مستحسن قرار دیا ہے، اس کی بھی کوئی بنیاد نہیں۔

۷۔ سینہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہاتھ باندھنے کے دلائل یا تو ضعیف ہیں یا بے بنیاد۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز شروع کرنے کی دعا

۴۵۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں میں سے کسی دعا کے ساتھ نماز کی ابتدا کرے یہ دعائیں بہت سی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور یہ دعا ہے:

"سبحانك اللّٰهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك"

نماز کی ابتدا میں دعا پڑھنے کا حکم آیا ہے۔[۸] اس لیے اس دعا کا خیال رکھنا چاہئے۔

قرآءت کرنا

۴۶۔ پھر اللہ تعالیٰ سے (شیطان کے شر اور فتنہ سے) پناہ مانگے (یعنی تعوذ پڑھے) یہ واجب ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ ہے۔

۴۷۔ استعاذہ کے لیے کبھی کبھی یوں کہنا سنت ہے: "أعوذ بالله من الشيطن الرجيم من همزه و نفخه و نفثه

۴۸۔ اور کبھی یوں کہے أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه

۴۹۔ پھر سری اور جہری نمازوں میں بسم الله الرحمن الرحيم آہستہ پڑھے۔

فاتحہ کی قراءت

۵۰۔ پھر سورت فاتحہ مکمل پڑھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی فاتحہ کا حصہ ہے۔ فاتحہ کا پڑھنا نماز کا رکن ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ لہٰذا جن لوگوں کو یہ سورت یاد نہ ہو، ان پر اس کا خوب حفظ کرنا واجب ہے۔

۵۱۔ جو شخص فاتحہ کی قراءت نہ کرسکتا ہو وہ یہ ذکر کرے: " سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله"[۹]

۵۲۔ فاتحہ کی قراءت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر آیت علیحدہ علیحدہ پڑھے اور ہر آیت پر وقف کرے۔ مثلاً یوں پڑھے: بسم الله الرحمٰن الرحيم پھر وقف کرے، پھر کہے: ألحمد لله رب العالمين، پھر وقف کرے پھر کہے، الرحمٰن الرحيم، پھر وقف کرے، پھر کہے، مالك يوم الدين، پھر وقف کرے، اسی طرح آخر تک قراءت مکمل کرے۔ آنحضرت ﷺ کی تمام قراءت ایسے ہی ہوتی تھی۔ آپ آیات کے اختتام پر وقف فرماتے اور کسی آیت کو بعد والی آیت سے نہ جوڑتے، خواہ وہ معنی کے لحاظ سے ایک دوسری سے متعلق ہی ہوتیں۔

۸۔ اس کے علاوہ مزید دعاؤں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفة صلاة النبی ص ۷۲۔

۹۔ یعنی جسے فاتحہ یاد نہ ہو وہ فاتحہ یاد کرنے تک ان اذکار پر اکتفا کرسکتا ہے۔ (مترجم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳۔ مَالِكِ کے لفظ کو مَلِكِ پڑھنا بھی جائز ہے۔

مقتدی کا فاتحہ پڑھنا

۵۴۔ سری اور جہری تمام نمازوں میں مقتدی پر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے خواہ وہ امام کی قراءت نہ بھی سن پا رہا ہو یا جب امام فاتحہ پڑھ چکنے کے بعد اتنا سکتہ کرے کہ مقتدی اس وقفہ میں فاتحہ پڑھ سکے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ لمبا سکوت سنت سے ثابت نہیں۔ (۱۰)

فاتحہ کے بعد قراءت

۵۵۔ عام نمازوں کی پہلی دو رکعتوں حتیٰ کہ نمازِ جنازہ میں بھی فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت یا چند آیات پڑھنا مسنون ہے۔

۵۶۔ کبھی قراءت طویل کرے اور کبھی سفر، کھانسی، بیماری یا بچوں کے رونے وغیرہ کے سبب قراءت مختصر کرے۔

۵۷۔ مختلف نمازوں میں قراءت مختلف ہوتی ہے۔ باقی نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں قراءت زیادہ طویل ہو۔ اس سے مختصر ظہر کی نماز میں، اس کے بعد بالترتیب عصر اور پھر عشا کی نماز میں، اسی طرح مغرب کی نماز میں عموماً قراءت مختصر ہو۔

۵۸۔ رات کی نماز (تہجد) میں قراءت ان سب نمازوں سے زیادہ لمبی ہو۔

۵۹۔ دوسری رکعت کی نسبت پہلی رکعت میں زیادہ قراءت کرنا مسنون ہے۔

۶۰۔ نمازی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت تقریباً آدھی قراءت کرے۔

ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا

۶۱۔ ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

۶۲۔ کبھی کبھی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھنا مسنون ہے۔

۶۳۔ امام کے لیے سنت سے ثابت شدہ قراءت سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ اس سے عمر رسیدہ، مریض، بچے کو دودھ پلانے والی عورت اور کسی کام والے کے لئے دقت اور مشقت ہوگی۔

سراً اور جہراً قراءت کرنا

۶۴۔ نمازِ فجر، جمعہ، عیدین، استسقاء، کسوف اور مغرب وعشاء کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت بلند آواز سے کی جائے۔ ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں قراءت

۱۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث ۵۴، ۵۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہستہ کی جائے۔

۶۵۔ سری نمازوں میں امام کیلئے جائز ہے کہ کبھی کبھی کوئی آیت بلند آواز سے پڑھ کر مقتدیوں کو سنا دے

۶۶۔ وتر اور رات کی نماز (تہجد) میں کبھی آہستہ اور کبھی جہراً قراءت کرے، آواز کی بلندی میں اعتدال ہو

قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

۶۷۔ سنت ہے کہ قرآن کریم تیزی اور عجلت کی بجائے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے بلکہ ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ہو اور اپنی آواز سے قرآن کریم کو مزین کرے، اور علم تجوید کے ماہرین کے مقررہ قواعد کے مطابق خوبصورتی سے پڑھے اور خود ساختہ طرزوں اور موسیقی کی طرزوں پر نہ پڑھے۔

امام کو نماز میں بھول پر مطلع کرنا

۶۸۔ جب امام قراءت میں بھول جائے تو مقتدی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کو غلطی پر مطلع کرے۔

رکوع

۶۹۔ قراءت سے فارغ ہو کر مناسب سکتہ کرے تاکہ سانس واپس آسکے۔

۷۰۔ پھر تکبیر تحریمہ میں بیان کردہ طریقہ کے مطابق رفع الیدین کرے۔

۷۱۔ اور تکبیر کہے، یہ واجب ہے۔

۷۲۔ پھر رکوع کرے یہاں تک کہ اس کا ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آجائے، رکوع نماز کا رکن ہے۔

رکوع کی کیفیت

۷۳۔ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے اور گھٹنوں کو خوب پکڑے، انگلیاں یوں کھلی ہوئی گویا کہ گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہے، یہ سب واجب ہے۔

۷۴۔ اپنی پشت کو پھیلائے اور اس حد تک کشادہ رکھے کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو ٹھہر سکے، یہ بھی واجب ہے۔

۷۵۔ سر کو نہ تو جھکائے اور نہ اوپر کو اٹھائے بلکہ پشت کے برابر رکھے۔

۷۶۔ اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھے۔

۷۷۔ رکوع میں یہ دعا تین یا اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے: سبحان ربی العظیم[11]

ارکان کو برابر کرنا

۷۸۔ نماز کے جملہ ارکان: رکوع، رکوع کے بعد قیام، سجدے اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا، یہ تمام ارکان

۱۱۔ اس کے علاوہ بھی رکوع کے مختصر، متوسط اور طویل اذکار ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفۃ صلاۃ النبی، ص ۱۱۳، طبع ۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریباً برابر کرنا مسنون ہے۔

۷۹۔ رکوع اور سجدوں میں قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں۔

رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا

۸۰۔ پھر رکوع سے سر اٹھائے، یہ نماز کا رکن ہے۔

۸۱۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے: سمع الله لمن حمده یہ پڑھنا واجب ہے۔

۸۲۔ سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے ذکر کردہ طریقہ کے مطابق رفع الیدین کرے۔

۸۳۔ پھر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے۔ یہ اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا رکن ہے۔

۸۴۔ اس قیام میں دعا ربنا ولك الحمد پڑھے، یہ دعا پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے خواہ وہ مقتدی ہو۔ یہ دعا قیام (قومہ) میں پڑھے: سمع الله لمن حمده سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے پڑھے۔

۸۵۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ رکوع اور قیام طول میں برابر ہو۔

سجود

۸۶۔ پھر اللہ اکبر کہے۔ یہ کہنا واجب ہے۔

۸۷۔ اور کبھی (تکبیر کہتے ہوئے) رفع الیدین کرے۔

ہاتھوں کا آسرا لینا

۸۸۔ پھر ہاتھوں کے سہارے سجدوں کے لیے جھکے، اور گھٹنوں سے پہلے ہاتھ (زمین پر) رکھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہی حکم دیا اور یہی عمل آپ سے ثابت ہے اور آپ نے اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا، اس لیے کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے جو اس کی اگلی ٹانگوں میں ہوتے ہیں۔

۸۹۔ جب سجدہ کرے تو ہتھیلیاں پھیلا کر زمین پر رکھے، سجدہ نماز کا رکن ہے۔

۹۰۔ انگلیاں ملا کر اور جوڑ کر رکھے۔

۹۱۔ انہیں قبلہ کی طرف سیدھی رکھے۔

۹۲۔ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر رکھے۔

۹۳۔ ہتھیلیاں کبھی کانوں کے برابر رکھ لے۔

۹۴۔ بازو زمین سے بلند رکھے اور کتے کی مانند زمین پر نہ پھیلائے، یہ واجب ہے۔

۹۵۔ اپنی ناک اور پیشانی زمین پر ٹکائے، یہ رکن ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۶۔ گھٹنے بھی زمین پر ٹکائے۔

۹۷۔ پاؤں کے پنجے بھی زمین پر لگائے۔

۹۸۔ پاؤں سیدھے کھڑے رکھے، یہ سب کیفیات واجب ہیں۔

۹۹۔ انگلیاں قبلہ رُو کرے۔

۱۰۰۔ ایڑیاں (آپس میں) خوب ملالے۔

سجدوں میں اطمینان

۱۰۱۔ نمازی پر لازم ہے کہ وہ سجدوں میں خوب اطمینان کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کے تمام اَعضاء کو برابر زمین پر ٹکائے، وہ اعضاء یہ ہیں: پیشانی اور ناک، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے پنجے۔

۱۰۲۔ جو شخص (مذکورہ انداز پر) سجدہ کرے، اسے یقیناً اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۱۰۳۔ سجدہ میں سبحان ربی الاعلی تین یا اس سے زیادہ مرتبہ کہے۔ (۱۲)

۱۰۴۔ سجدہ میں کثرت سے دعائیں کرنا مستحب ہے، کیونکہ سجدہ میں دعا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔

۱۰۵۔ سجدہ رکوع کے تقریباً برابر ہونا چاہئے۔

۱۰۶۔ سجدہ زمین پر کرنا جائز ہے اور اس چیز پر بھی جو نمازی کی پیشانی اور زمین کے درمیان حائل ہو۔

۱۰۷۔ سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنا جائز نہیں۔

پاؤں بچھانا اور سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنا

۱۰۸۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائے، یہ تکبیر واجب ہے۔

۱۰۹۔ اور کبھی رفع الیدین کرے۔ (۱۳)

۱۱۰۔ پھر اطمینان سے بیٹھ رہے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ آئے، یہ اطمینان رکن ہے۔

۱۱۱۔ اور اپنا بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھے، یہ واجب ہے۔

۱۱۲۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔

۱۱۳۔ انگلیاں قبلہ رو رکھے۔

۱۱۴۔ کبھی کبھی اقعاء بھی جائز ہے۔ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھنا اِقعاء کہلاتا ہے۔

۱۲۔ سجدہ کی دعائیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: صفۃ صلاۃ النبی، ص ۱۲۷

۱۳، ۱۴، ۱۵۔ احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بین السجدتین رفع الیدین نہ کرتے تھے، اس سے اَسلاف کی اکثریت نے رفع الیدین بین السجدتین کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔ (مترجم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۵۔ (سجدوں کے درمیان) بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اللھم اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی وعافنی وارزقنی

۱۱۶۔ اور اگر (نمازی) چاہے تو (بار بار) یوں کہے: ربّ اغفرلی، ربّ اغفرلی

۱۱۷۔ (نمازی) سجدوں کے درمیان سجدہ کے تقریباً برابر بیٹھے۔

دوسرا سجدہ

۱۱۸۔ پھر اللہ اکبر کہے، یہ تکبیر واجب ہے۔

۱۱۹۔ اور کبھی کبھی اس تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھالے۔[۱۴]

۱۲۰۔ اور دوسرا سجدہ کرے، یہ بھی رکن ہے۔

۱۲۱۔ یہ سجدہ بھی پہلے سجدہ کی مانند کرے۔

جلسہ استراحت

۱۲۲۔ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر و جوباً کہے۔

۱۲۳۔ اور کبھی ہاتھ اُٹھالے۔[۱۵]

۱۲۴۔ کھڑا ہونے سے پہلے دائیں پاؤں پر اطمینان اور سکون سے بیٹھ رہے۔ یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آجائے۔

دوسری رکعت

۱۲۵۔ پھر آٹا گوندھنے والے کی مانند مٹھی بند کرکے زمین پر رکھ کر ٹیک لیتے ہوئے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، دوسری رکعت بھی رکن ہے۔

۱۲۶۔ یہ رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے۔

۱۲۷۔ سوائے اس کہ اس رکعت میں ابتداءً نماز کی دعا نہ پڑھے۔

۱۲۸۔ اس رکعت کو پہلی سے (ذرا) مختصر کرے۔

تشہد کے لیے بیٹھنا

۱۲۹۔ دوسری رکعت سے فارغ ہو کر تشہد کے لیے بیٹھے، یہ تشہد واجب ہے۔

۱۳۰۔ اس طرح پاؤں بچھا کر بیٹھے، جیسے سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا ذکر ہوا۔

۱۳۱۔ تشہد میں إقعاء (ایڑیوں پر بیٹھنا) جائز نہیں۔

۱۳۲۔ (نمازی) اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی دائیں ران اور گھٹنے پر رکھے اور دائیں کہنی کی آخری حد ران ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے بیچھے نہ کرے۔

۱۳۳۔ بائیں ہتھیلی بائیں ران اور گھٹنے پر کھول کر رکھے۔

۱۳۴۔ (تشہد میں) ہاتھ خصوصاً بائیں کی ٹیک لگا کر نہ بیٹھے۔

انگلی کو حرکت دینا اور اس کی طرف دیکھنا

۱۳۵۔ اپنے دائیں ہاتھ کی تمام اُنگلیوں کو بند کر رکھے اور کبھی انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھ لے۔

۱۳۶۔ اور کبھی انگوٹھے اور درمیانی اُنگلی کا حلقہ بنالے۔

۱۳۷۔ شہادت کی انگلی سے قبلہ کی طرف اشارہ کرے۔

۱۳۸۔ نظر اُنگلی کی طرف ٹکا کر رکھے۔

۱۳۹۔ ابتداءِ تشہد سے آخر تک انگلی کو حرکت دیتا اور دعائیں کرتا رہے۔

۱۴۰۔ بائیں ہاتھ کی انگلی سے اشارہ نہ کرے۔

۱۴۱۔ (مٹھی کو بند اور انگلی سے اشارہ) ہر تشہد میں کرے۔

تشہد کے اَلفاظ اور اس کے بعد کی دعائیں

۱۴۲۔ تشہد واجب ہے، اگر نمازی تشہد بھول جائے تو سہو (بھول) کے دو سجدے کرے۔

۱۴۳۔ (تشہد) آہستہ پڑھے۔

۱۴۴۔ (تشہد کے) الفاظ یہ ہیں:

"التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام على النبي[16] ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده و رسوله"

۱۴۵۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر یوں درود پڑھے:

"اللهم صلى على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، إنك حميد مجيد، أللهم بارك على محمد وعلىٰ آل محمد، كما باركت على إبراهيم، وعلى آل ابراهيم، إنك حميد مجيد"

۱۴۶۔ اگر آپ اختصار چاہیں تو یوں کہہ لیں:

"اللهم صلى على محمد، وعلى آل محمد، و بارك على محمد وعلى آل محمد، كما صليت و باركت على إبراهيم، وعلى آل ابراهيم إنك حميد مجيد"

۱۶۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہی الفاظ مشروع ہیں اور صحابہؓ میں سے حضرات عبداللہ بن مسعود، عائشہ صدیقہ، ابن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفۃ صلاۃ النبی، ص ۱۴۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۷۔ پھر مسنون دعاؤں میں سے جو دعا زیادہ پسند ہو، پڑھے اور اللہ سے دعا کرے۔

تیسری اور چوتھی رکعت

۱۴۸۔ پھر (تشہد کے بعد) وجوباً 'اللہ اکبر' بیٹھے بیٹھے تکبیر کہنا مسنون ہے۔

۱۴۹۔ اور کبھی ہاتھ اُٹھالے۔

۱۵۰۔ پھر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، یہ رکعت، بعد والی (چوتھی) رکعت کی طرح رکن ہے۔

۱۵۱۔ چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہوتے وقت بھی اسی طرح کرے۔

۱۵۲۔ لیکن کھڑے ہونے سے پہلے بائیں پاؤں پر اطمینان سے برابر بیٹھے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آجائے۔

۱۵۳۔ پھر ہاتھوں کا آسرا لیتے ہوئے اسی طرح کھڑا ہو جیسے دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہوتے وقت کیا تھا۔

۱۵۴۔ پھر تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ وجوباً پڑھے۔

۱۵۵۔ کبھی کبھی اس کے ساتھ کوئی آیت یا اس سے زیادہ ملالے۔

قنوتِ نازلہ اور اس کا موقع

۱۵۶۔ مسلمانوں پر جب کوئی مشکل، آفت یا مصیبت آپڑے تو نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ قنوت پڑھ کر مسلمانوں کے لیے دعائیں کرے۔

۱۵۷۔ رکوع کے بعد جب دعا "ربنا لك الحمد" پڑھ چکے تو یہ وقت قنوت پڑھنے کا ہے۔

۱۵۸۔ اس کے لیے کوئی مقرر اور متعین دعا نہیں بلکہ موقعہ ومحل کی مناسبت سے کوئی دعا کرلے۔

۱۵۹۔ یہ دعا پڑھتے وقت ہاتھ اُٹھائے۔

۱۶۰۔ (نمازی) امام ہو تو یہ دعا بلند آواز سے پڑھے۔

۱۶۱۔ مقتدی (دعا سن کر) آمین کہیں۔

۱۶۲۔ (دعا سے) فارغ ہو کر 'اللہ اکبر' کہہ کر سجدہ میں چلا جائے۔

وتر کی دعاءِ قنوت، اس کا موقعہ اور الفاظ

۱۶۳۔ وتروں میں دعائے قنوت کبھی کبھار پڑھنا مسنون ہے۔

۱۶۴۔ قنوتِ نازلہ کے برخلاف اس کا موقع رکوع سے قبل ہے۔[17]

۱۶۵۔ وتر کے قنوت میں یہ دعا پڑھے

"اللهم اهدني فيمن هديت، وعافني فيمن عافيت، وتولني فيمن توليت، وبارك

۱۷۔ وتر کا قنوت رکوع سے قبل اور بعد میں جائز ہے۔ (مترجم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی فیما أعطیت، وقنی شرما قضیت، فإنك تقضی ولا یقضی علیك، وإنه لا یذل من والیت، ولا یعز من عادیت، تبارکت ربنا و تعالیت، ولا منجأ منك إلا إلیك"

۱۶۶۔ یہ دعا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کردہ ہے۔ اس پر اضافہ نہ کیا جائے۔ سوائے آنحضرت ﷺ پر درود کے، وہ بھی اس لیے کہ اس دعا پر درود کا اضافہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

۱۶۷۔ پھر رکوع کرے اور مذکورہ طریقہ کے مطابق سجدے کرے۔

آخری تشہد اور چوتڑ پر بیٹھنا

۱۶۸۔ پھر آخری تشہد کے لیے بیٹھے، یہ دونوں (بیٹھنا اور تشہد پڑھنا) واجب ہیں۔

۱۶۹۔ اس تشہد میں بھی پہلے تشہد کی طرح سارے کام کرے۔

۱۷۰۔ سوائے اس کے کہ اپنا بایاں چوتڑ زمین پر رکھ لے اور دونوں قدم ایک طرف نکال لے، بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے رکھے۔

۱۷۱۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔

۱۷۲۔ دائیں پاؤں کو کبھی زمین پر بچھا لینا بھی جائز ہے۔

۱۷۳۔ (بایاں) گھٹنا بائیں ہتھیلی میں دے کر زور دے رکھے۔

آنحضرت ﷺ پر درود کا وجوب اور چار چیزوں سے پناہ مانگنا

۱۷۴۔ (نمازی پر) اس تشہد میں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ ہم پہلے تشہد کے بیان میں درود کے کچھ الفاظ ذکر کر چکے ہیں۔

۱۷۵۔ (اس تشہد میں) چار چیزوں سے پناہ مانگے اور یوں کہے:

"أللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن شرفتنة المحيا والممات ومن شرفتنة المسيح الدجال"[۱۸] "یا اللہ میں تجھ سے جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنوں اور دجال مسیح کے فتنہ کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں"

سلام سے پہلے دعا

۱۷۶۔ پھر کتاب وسنت سے ثابت شدہ دعاؤں میں سے جو چاہے دعا کرے۔ یہ دعائیں بہت سی ہیں، اگر ان میں سے کوئی یاد نہ ہو تو ایسی دعا کرے جو اس کیلئے دینی اور دنیاوی لحاظ سے نفع مند اور مفید ہو۔

۱۸۔ اس دعا میں زندگی، موت اور دجال کے فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے، زندگی کے فتنوں سے مراد وہ فتنے اور خواہشات ہیں جو انسان کو زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں۔ موت کے فتنہ سے قبر کی آزمائش وابتلاء اور فرشتوں کے سوالات مراد ہیں۔ دجال کے فتنہ سے مراد وہ خرقِ عادت امور ہیں جو اس کے ہاتھ سے رونما ہوں گے اور انہیں دیکھ کر لوگ اس کے دعوئ الوہیت کو مان کر گمراہ ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام اور اس کی اقسام

۱۷۷۔ پھر دائیں طرف سلام کہے، یہاں تک کہ دائیں رخسار کی سفیدی (مقتدیوں کو) نظر آنے لگے۔

۱۷۸۔ پھر بائیں طرف بھی اسی طرح سلام کہے، یہاں تک کہ بائیں رخسار کی سفیدی (مقتدیوں کو) نظر آنے لگے۔ نمازِ جنازہ میں بھی ایسے ہی کرے۔

۱۷۹۔ نمازِ جنازہ کے علاوہ (باقی نمازوں میں) امام سلام بلند آواز سے کہے۔

۱۸۰۔ سلام کے کئی طریقے ہیں:

(۱) دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(۲) دونوں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(۳) دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ بائیں طرف السلام علیکم۔

(۴) تھوڑا سا دائیں طرف متوجہ ہو کر سامنے ہی ایک ہی بار سلام کہے۔

میرے مسلمان بھائی!

یہ ہے نبی ﷺ کی نماز کا مختصر طریقہ، جس کے بیان کرنے کی مجھے توفیق ملی اور میں نے اسے آپ کے قریب تر کرنا چاہا تاکہ آپ پر یہ خوب واضح ہو جائے اور ذہن میں خوب راسخ ہو جائے۔ گویا آپ اسے خود ملاحظہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا ہے۔ جب آپ اسی طریقہ پر نماز ادا کریں گے تو بارگاہِ الٰہی سے مجھے امید ہے کہ وہ آپ کا یہ عمل قبول فرمائیں گے کیونکہ اس طرح آپ بالفعل نبی ﷺ کے اس قول پر عمل کر چکے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: "صلّوا کما رأیتمونی أصلّ" "کہ تم نماز اسی طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا"

علاوہ ازیں آپ پر لازم ہے کہ آپ نماز میں حضورِ قلب اور خشوع کے اہتمام سے غافل نہ ہوں، انسان کے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے اور کھڑے ہونے سے اصل مقصود یہی ہے۔ آپ نماز میں جس قدر بھی خشوع اور نبوی طریقہ نماز کی اِقتدا کریں گے، آپ کو نماز کے ان فوائد سے اتنا ہی زیادہ حصہ ملے گا جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ "کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے" میں اشارہ فرمایا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نمازیں اور باقی سارے اَعمال قبول فرمائیں اور قیامت کے روز کے لئے ہمارے لیے اِن اَعمال کا ثواب جمع فرما رکھیں۔ اس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کے سامنے نیک دلی کے ساتھ حاضر ہوئے والحمد للہ رب العالمین!

محدث العصر شیخ البانیؒ کے تفصیلی حالاتِ زندگی اور کارنامے پڑھنے کیلئے محدث کا شیخ البانی نمبر (نومبر ۹۹ء) مطالعہ کیجئے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

مولانا محمد رمضان سلفی

مقلدوں کی حالتِ زار اور اُن سے چند گذارشات

ھنود ویہود کی فکری یورش کے اس زمانے میں شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان آپس میں اتحاد واتفاق سے چلیں۔ باہمی فرقہ واریت کو ہوا دینے کی بجائے آپس میں اتحاد وبیجہتی کو فروغ دیں۔ اس دور میں جب کہ پڑھے لکھے لوگوں میں اس قسم کی فرقہ وارانہ چشمک کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، علماء کو چاہئے کہ ایک دوسرے کو طعن وتشنیع کرنے کی بجائے اپنی مشترکہ قوت سے غیروں کی طرف توجہ دیں۔

لیکن اس وقت بڑا افسوس ہوتا ہے جب ہمارے حنفی حضرات سادہ لوح عوام کو بار بار اسی فرقہ واریت کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ ایسے نوکیلے اور تیکھے انداز سے دوسروں پر جملے کستے اور انہیں دعوتِ مبارزت دیتے ہیں کہ اس طرزِ تحریر سے ایک شریف النفس آدمی بھی ان کی وضاحت کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جھوٹ کی سان پر جھوٹے دعوؤں کے تیر چلائے جاتے ہیں اور بودے دلائل کے ذریعے کتاب وسنت کی واضح تعلیمات کو داغدار کرنے کی تگ ودو اور اپنے فقہی مسلک کو برتر ثابت کرنے کی کوششیں بروئے کار لائی جاتی ہیں۔

محدث جیسا کہ قارئین کے علم میں ہے، اپنے ذوق اور رجحان کے لحاظ سے ان قسم کی بحثوں میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ لیکن جب معیاری دینی صحافت کے علمبردار، علماء کی زیرِ سرپرستی چلنے والے مجلے عوام میں اپنی ساکھ بنانے کے لئے قرآن وسنت پر حملہ آور ہوجائیں اور اپنے علماء کے اقوال کے برعکس ائمہ کی تقلید کو ہی دین خالص قرار دینے لگ جائیں اور ان مجلات پر نگران مجالس علماء بھی ان کو بازنہ رکھیں تو دین حنیف سے اس الزام اور طعن کو دور کرنا شرعی فریضہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ کم از کم مسلمانوں کے سامنے اسلام کی کھری دعوت اور سچا منہج واضح رہنا چاہیے اور کسی کو یہ اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اپنے تعصب کے سائے اسلام پر پھیلا کر دین کی سچی روشنی کو ہی ڈھانپ دے۔

دو ماہ قبل کراچی کے جامعہ فاروقیہ کے مجلّہ 'الفاروق' میں مذکورہ نوعیت کا ایک مضمون مدینہ میں رہائش پذیر ایک مفتی صاحب کے قلم سے اشاعت پذیر ہوا۔ اس مضمون کا طرزِ تحریر اور انداز واستدلال واقعتاً علماء کے شایانِ شان نہیں۔ محدث کو اس مضمون میں پیش کئے گئے اعتراضات کا ایک عالمانہ جواب اشاعت کے لئے ملا ہے جسے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل استاذ حدیث نے تحریر کیا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ مضمون فرقہ وارانہ رنگ لئے ہوئے نہیں ہے بلکہ اصلاحی اسلوب میں عالمانہ انداز پر تحریر کیا گیا ہے چنانچہ اسے محدث کے صفحات پر جگہ دی جارہی ہے۔ (حسن مدنی)

کراچی سے شائع ہونے والا ماہنامہ 'الفاروق' معیاری یوں تو اِسلامی صحافت کا دعویدار ہے لیکن وہ دوسروں کی دل آزاری اور ان پر تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔ غیر ذمہ دار حضرات کے خیالات اس میں آئے دن چھپتے رہتے ہیں جن کے ذریعے سے اُن لوگوں کو لتاڑا جاتا ہے جنہیں یہ حضرات غیر مقلدوں کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس ماہنامہ کی مئی رجون ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں ایک مفتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی چند نگارشات ''غیر مقلدوں کا حال اور ان سے ضروری سوال'' کے عنوان سے شائع کی گئی ہیں جس میں غیر مقلدوں کی آڑ میں اہل حدیث کو جاہل طبقہ قرار دینے کی سعی فرمائی گئی ہے اور انہیں باہمی افتراق و انتشار کا ذمہ دار بنانے کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ علم و دانش سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے لوگ بھی جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اختلاف و انتشار کا آغاز اس وقت ہوا ہے جب اتباع واطاعت کو چھوڑ کر اس کی جگہ تقلید شخصی کو اختیار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے امام ﷺ کو پیچھے چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے اماموں کے نام پر مختلف مذاہب کی بنیاد رکھی گئی۔ اس اجمال کی تفصیل تو ہم بعد میں ذکر کریں گے لیکن پہلے ماہنامہ 'الفاروق' کے اس مضمون نگار کی تحریر کا اقتباس ملاحظہ فرمالیں جو مقلد ہونے کے باوجود مفتی کہلاتے ہیں۔ وہ تقلید سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صدیوں سے چاروں اماموں کے مقلدین چلے آرہے ہیں اور دنیا میں موجود ہیں۔ یہ حضرات کتب حدیث کے راوی بھی تھے اور شارح بھی تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ایک فرقہ نکلا ہے، جس نے ان چاروں اماموں سے علیحدہ اپنی جماعت بنائی ہے'' (مئی رجون ۲۰۰۰ء، صفحہ ۱۸)

مفتی صاحب آج کل مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہیں مگر افسوس کہ وہاں رہ کر بھی انہیں ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کا مفہوم نہیں سمجھ آسکا اور وہ روضۂ رسولؐ کے سامنے بیٹھ کر بھی امام الانبیاء ﷺ کی اطاعت کی بجائے اپنے بنائے ہوئے اماموں کی تقلید پر ہی جمے ہوئے ہیں جبکہ یہ تقلید فساد کی جڑ ہے اور اس کے اثرات و نتائج اُمت کے لئے تباہ کن ثابت ہوئے ہیں۔

کیا اُمت میں افتراق و انتشار کی وجہ عدم تقلید ہے؟

ہر چیز کو اس کے اثرات سے ہی جانا جاتا ہے اور اس کے ردّ و قبول کا انحصار اس چیز سے حاصل ہونے والے نتائج پر ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز سے حاصل ہونے والے نتائج اچھے ہوں تو انسان فطری طور پر اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور بغیر کسی کی انگیخت کے اُسے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے جیسا کہ کتاب وسنت کے نام سے ہی انسان دِلی طور پر فرحت اور سکون محسوس کرتا ہے۔ اور اگر کوئی چیز نتائج کے اعتبار سے بری ہو اور اس کے اثرات لوگوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں، تو فطرتِ انسانی ایسی چیز سے نفرت کرتی اور اسے قبول کرنے سے اِباء کرتی ہے، جیسا کہ تقلید ناسدید کے نام سے ہی انسان نفرت کا اظہار کرتا ہے، کیونکہ اس تقلید نے امت مسلمہ کو سوائے افتراق اور انتشار کے کچھ نہیں دیا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اسلام میں اس تقلید کی درآمد سے قبل مسلمانوں کی جنگیں کفار سے ہوتی تھیں اور آپس میں سب مسلمان اُخوف و مودّت جیسی بلند صفات سے متصف ہو کر جسدِ واحد بن کر پرسکون زندگی گزارتے تھے اور باہمی اتحاد و اتفاق کی بنا پر ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کا سنہری منظر پیش کرتے تھے لیکن ستیاناس ہو اس تقلید کا، جس نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانا شروع کیا۔ جب سے یہ اسلام میں گھس آئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تب سے مسلمانوں کی توانائیاں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف ہی استعمال ہونے لگی ہیں۔ تقلید ایسی آفت ہے کہ جو شخص ایک دفعہ اس کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو پھر وہ سنتِ رسول ﷺ پر عمل کے قابل نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے تقلیدی مذہب کا ہی پیروکار بن جاتا ہے، اور جو چیز مقلدوں کے تقلیدی مذہب کے خلاف ہو، اسے قبول کرنا انہیں بہت مشکل دکھائی دیتا ہے، اگرچہ وہ قرآنِ کریم کی آیات اور صحیح احادیث سے ثابت ہو۔ مقلد ضعیف سے ضعیف روایات کا سہارا لے کر اعلیٰ درجے کی کھری احادیث کا انکار کرنے پر کمربستہ ہوجاتا ہے۔ اپنے غلط مذہب کی حمایت میں اگر مقلد کو صحیح احادیث میں توڑ مروڑ بھی کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی نہیں چوکتا۔ مقلد نے اگر قرآن وسنت کو ماننا ہوتو وہ مقلد ہی کیوں بنے۔ جب وہ مقلد بن گیا تو اب وہ اتباعِ رسول ﷺ کیسے کرسکتا ہے۔ تقلید ایسی بیماری ہے جو مقلد کو اپنے تقلیدی مذہب سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبیؐ کی پیروی کی اجازت نہیں دیتی۔ تقلید طوق اور بیڑی ہے جو مقلد کو اپنے امامِ مذہب کی تقلید سے آزاد نہیں ہونے دیتی۔ مقلد اُمتیوں کے پیچھے جاتا ہے جبکہ اتباع کرنے والا رسول اللہ ﷺ کے راستے کا متلاشی ہوتا ہے، لہٰذا جو فرق بینا اور نابینا میں ہے، وہی فرق متبع اور مقلد میں ہے۔ اور جیسے مشرک، موحد نہیں ہوسکتا، بدعتی اہل سنت نہیں ہوسکتا، ایسے ہی مقلد کبھی متبع رسول ﷺ نہیں ہوسکتا، کیونکہ اسے فکر ہی ان باتوں کی ہوتی ہے جو اس کے امام مذہب کی طرف منسوب ہوتی ہیں، اس کے ہاں کتاب وسنت جائے بھاڑ میں۔

چنانچہ ملک میں جب بھی نفاذِ اسلام کا مسئلہ درپیش ہوتو مقلد اپنے مذہب کی کتابوں کو، اپنے مخصوص نظریہ کو لے کر آڑے آجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے دین (قرآن وحدیث) کے نفاذ میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہوجائے گا۔ مقلدوں کی حالتِ زار کا اندازہ لگائیے کہ وہ تقلیدِ شخصی پر کس قدر نازاں اور فرحاں ہیں حالانکہ اُمت میں سے کسی فرد وبشر کی تقلید کرنے کا حکم نہ تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نہ ہی اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ نے کہیں یہ کہا ہے کہ میری تقلید کرنا اور میرے نام پر ایک مذہب کی بنیاد رکھ لینا۔ مقلد کی مثال تو بن بلائے مہمان کی سی ہے جس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہوتی، اس کے برعکس اہلحدیث درحقیقت متبع رسول ﷺ ہیں اور اِتباعِ رسول ﷺ کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دیا ہے۔ اس لئے ہمارے امام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے منصبِ امامت پر فائز فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ ہم کسی اُمتی کے مقلد نہیں ہیں، خواہ وہ اُمتی غیر مقلد ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اس کی غلطی کو ہم سرعام بیان کرنے کو تیار ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اللہ ورسولؐ کی تقلید نہیں ہوا کرتی بلکہ اتباع اور اطاعت ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم نے اللہ ورسولؐ کے لئے تقلید کا باسی لفظ کہیں بھی استعمال نہیں کیا، ہر جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے (اتباع) اور اطاعت کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اتباع ہوتی ہے اور تقلید امتیوں کی ہوتی ہے۔ حنفیوں کی معتبر کتاب مسلم الثبوت (صفحہ ۲۸۹) میں ہے:

"الرجوع إلى النبي عليه الصلوٰة والسلام أو إلى الإجماع ليس منه"

''نبی ﷺ یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید میں داخل نہیں ہے''

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ تقلید خود ساختہ اماموں کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے امام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تقلید نہیں ہوتی بلکہ ان کی اتباع و اطاعت ہوتی ہے اور اتباع و اطاعت سے اُمت میں اتحاد برقرار رہتا ہے، جبکہ تقلید اس کے برعکس اُمت کو فرقوں میں بانٹ دیتی ہے، اور مسلمانوں کی قوت کو کمزور کر دیتی ہے۔ حنفیوں نے اپنا امام بنایا تو دوسرے مقلدوں نے اس کے مقابلے میں اپنے علیحدہ امام بنالئے۔ اور سب مقلد اپنے اپنے امام کی تقلید کرنے میں جت گئے اور اس طرح ایک دین کو چار دین بنا دیا گیا اور یوں محمد رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا دین کھلونا بن کر رہ گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی سے بچانے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو امام بنایا تھا اور انہی کی اتباع کا حکم دیا تھا تاکہ مسلمانوں میں مختلف فرقے پیدا نہ ہوں، لیکن مقلدین نے خود ساختہ اماموں کی تقلید اختیار کر کے دین الٰہی کا وہ حلیہ بگاڑا جس کی مثال نہیں ملتی، اور اس جرم کا سب سے پہلا مرتکب 'حنفی مقلد' ہے جس نے اس تفرقہ بازی کی بنیاد رکھی ہے، لہٰذا قیامت کے دن جب اُمتِ واحدہ کو پارہ پارہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کئے جائیں گے تو حنفی مقلد اِن سب سے آگے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اس بھیڑ چال کی بنیاد رکھی ہے، اس کے بعد تو چل سو چل۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تفرقہ بازی کا فعل اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ جب بھی کوئی نبی اور رسول مبعوث ہوا، اسے خاص طور پر یہ وصیت کی گئی کہ لوگوں کو فرقوں میں نہ بٹنے دینا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو بذریعہ وحی ہم نے آپ کی طرف بھیج دی ہے۔ اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''

بتایئے، اس آیتِ کریمہ میں ذکر ہونے والے 'دین' سے کیا مراد ہے؟ اگر حنفی مقلد کہیں کہ اس سے مراد حنفی مذہب ہے، تو شافعی کہیں گے، اس سے شافعی مذہب مراد ہے، حالانکہ دونوں میں بعد المشرقین ہے، اگر یقین نہ آئے تو دونوں مذاہب کی مذہبی کتابیں سامنے رکھ کر موازنہ کر لیں۔ شافعی فاتحہ خلف الامام کو فرض کہتے ہیں اور حنفی مقلد اس کے ازلی مخالف ہیں۔ وہ نماز میں مواضع ثلاثہ کی رفع یدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قائل و فاعل ہیں، حنفی اس کے مخالف ہیں، وہ آمین بالجہر کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ حنفی مقلد اس کے منکر ہیں۔ یہ چند مثالیں تو نماز سے متعلق ہیں، باقی معاملات اور مسائل میں مقلدین کا باہمی اختلاف اہل علم سے مخفی نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں انتشار کا سب سے بڑا سبب تقلید ہے، اگر یقین نہ آئے تو حنفی مقلدوں کو دیکھ لیں کہ دیوبندیوں اور بریلویوں میں سخت ویر ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں حنفی مقلد کہلاتے ہیں، پھر اس سے آگے کوئی قادری بن گیا اور کوئی چشتی، کوئی نقشبندی بن گیا اور کوئی سہروردی۔ دیکھئے خود حنفیوں کے کتنے ٹوٹے ہوگئے، معلوم ہوا کہ تقلید بھیڑ چال کا نام ہے اور تقلید فرقہ بندی کی ماں۔ ہے جو فرقوں کو جنم دیتی ہے کیونکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ سب فرقے تقلید کرنے سے پیدا ہوئے ہیں، ترکِ تقلید سے پیدا نہیں ہوئے۔ لہٰذا تقلید اتحاد و اتفاق کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ گمراہی کی جڑ ہے جس سے اُمت میں انتشار پیدا ہوا ہے اور اس نے اُمت کی اجتماعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ اس لئے تقلید انسانوں کو زیب نہیں دیتی اور قرآن کریم نے کہیں بھی تقلید کا لفظ انسانوں کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ ہر جگہ انہیں اللہ و رسول کی اتباع و اطاعت کا حکم ہی دیا ہے اور اسی کو ہدایت قرار دیا ہے: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (النور:۵۴)

''اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے''

دیکھئے جیسے آپ لوگ اپنے امام کی تقلید کی وجہ سے حنفی بنے ہیں، ایسے ہی ابوعبداللہ کرام، جہم بن صفوان، ابوالحسین بن صالح، ابوشمر، یونس البری اور غیلان وغیرہ کی تقلید کرنے کی وجہ سے کرامیہ، جہمیہ، صالحیہ، شمریہ، یونسیہ اور غیلانیہ وغیرہ فرقے وجود میں آئے ہیں۔ لہٰذا تقلید ہی ایسی چیز ہے جو مختلف فرقوں کو جنم دیتی ہے اور فرقہ تب بنتا ہے جب کہ غیر نبی کی تقلید کی جاتی ہے۔ مقلد، نبی ﷺ کو ڈھیلا چھوڑ کر اپنے امام کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے، پھر وفا اپنے امام سے بھی نہیں کرتا کہ اسی پر اکتفا کرے بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کرتا ہے، جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے:

"كم من حنفي حنفي فرعا مرجئ أو زيدي أصلا وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجئة" (الرفع والتكميل، صفحه ۳۸۵)

یعنی ''بہت سے حنفی فروع میں حنفی ہوتے ہیں لیکن اُصول میں وہ مرجئہ یا زیدی ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عقائد کے اختلاف کے اعتبار سے حنفیوں کی کئی قسمیں ہیں، ان حنفیوں سے ہی شیعہ ہیں اور ان سے ہی معتزلہ ہیں اور مرجیہ بھی ان کی ہی ایک قسم ہیں۔'' (رسائل بہاولپوریؒ)

کیا محدثین کرام بھی مقلد تھے؟

مقلدین کی جسارت اس وقت عروج پر ہوتی ہے، جس وقت یہ لوگ محدثین کرام کو بلکہ ان علماءِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظام کو بھی مقلد بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنی زندگی میں تقلید ناسدید سے نفرت کرتے رہے، اور اس کے خلاف بعض تصنیفات سپرد قلم کر گئے ہیں۔ دیکھئے امام ابن قیم اور ان کے استاذ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ کو حنبلی مقلد لکھا جاتا ہے اور یہ پروپیگنڈہ حنفی مقلدین بڑی شدومد سے کرتے ہیں، حالانکہ امام ابن قیمؒ کی تقلید کے خلاف لکھی ہوئی کتاب رسالة التقليد کے نام سے آج بھی لائبریریوں میں موجود ہے جس میں انہوں نے اتباع واطاعت کو فرض اور تقلید کو حرام قرار دیا ہے بلکہ مقلدین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بلکہ اماموں کے مخالفین میں شمار کیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر انہوں نے اپنے استاذ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے حنبلی مقلد ہونے کی نفی خود شیخ سے ہی ثابت کی ہے۔ اس کے برعکس اہل تقلید انہیں مقلد بنانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح امام سیوطیؒ کی ردّ تقلید پر کتاب "الرد على من أخلد إلى الارض وجهل أن الاجتهاد في كل زمان فرض" موجود ہے، اور ابن دقیق العید کے بارے میں ڈاکٹر عامر حسن لکھتے ہیں

"وعلى الرغم من أنه عرف كواحد من أئمة المالكية والشافعية فهو في الحقيقة خرج عن دائرة التقليد في المذهبين إلى دائرة الاجتهاد ذكر ذلك كل من عاصره وعرفه عن كثب قال الأدنوي، و كتب له طريقة المجتهدين وقرئ بين يديه فأقر عليه ولا شك أنه من أهل الاجتهاد و ما ينازع في ذلك إلا من هو من أهل العناد" (مقدمة الاقتراح في بيان الاصطلاح، ص۴۲)

''اس کے برعکس کہ وہ ائمہ مالکیہ یا شافعیہ کے ایک عالم ہونے کی حیثیت سے مشہور ہیں مگر درحقیقت وہ ان دونوں مذاہب کی تقلید کے دائرے سے نکل کر مرتبہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ اس بات کو ان کے معاصرین نے اور انہیں قریب سے جاننے والوں نے ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ادنویؒ کا مشہور قول ہے کہ ان کے سامنے اہل اجتہاد کا طریقہ لکھا اور پڑھا گیا جسے انہوں نے برقرار رکھا اور یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ وہ اہل اجتہاد سے ہیں اور سوائے ضدی لوگوں کے کوئی شخص اس بات میں اختلاف نہیں کرتا''

اسی طرح دیگر بہت سے اہل علم کو مقلدین حضرات اپنے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ تقلید کے خلاف ان کی تصنیفات دستیاب اور ان کے غیر مقلد ہونے پر تصریحات موجود ہوتی ہیں۔

کیا اہلحدیث صرف ڈیڑھ سو سال پہلے وجود میں آئے؟

رہا ان کا یہ دعویٰ کہ ''تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ایک فرقہ نکلا ہے جس نے ان چاروں اماموں سے علیحدہ اپنی جماعت بنائی ہے'' (ص ۱۸) اس سے ان کا اشارہ اہلحدیث کی طرف ہے جنہیں یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مقلد کے نام سے یاد کرتے ہیں اور مفتی صاحب نے کسی سے سن سنا کر ڈیڑھ سو سال سے اہلحدیث کے وجود کی لاف تو ماروی ہے لیکن اس پر کوئی ٹھوس دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں کی، اور یہ مفتی صاحب کی مجبوری ہے کیونکہ وہ مقلد ہیں اور مقلد لکیر کا فقیر ہوتا ہے جسے کوئی بات نوکِ قلم پر لانے سے پہلے تحقیق کی تکلیف نہیں دی جاسکتی کیونکہ تقلید کی تعریف ہی یہ کی جاتی ہے

"التقليد العمل بقول الغير من غير حجة" (مسلم الثبوت، ص۲۸۹)

یعنی "دلیل کے بغیر ہی غیروں کی بات پر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔"

قدامتِ اہلحدیث: غور وفکر سے کام لینے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی پر عمل کرنے والے کو اہلحدیث کہا جاتا ہے لہٰذا جب سے قرآن وحدیث ہیں تب سے اہلحدیث بھی چلے آرہے ہیں۔ مفتی صاحب کے بقول اگر ان کا وجود ڈیڑھ سو سال سے ہو تو اس سے قبل کی تصنیفات میں ان کا نام ونشان نہیں ملنا چاہئے جبکہ اس سے پہلے ہر دور کے علماءِ کرام نے اپنی اپنی تصنیفات میں اہلحدیث کا ذکرِ خیر کیا ہے، جسے اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

☆ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے حجة الله البالغة میں باب الفرق بين أهل الحديث و اصحاب الرأي کے تحت تحریر فرمایا ہے:

"فوقع تدوين الحديث والفقه والمسائل من حاجتهم بموقع من وجه أخر وذلك أنه لم يكن عندهم من الأحاديث والاثار ما يقدرون به على استنباط الفقه على الاصول التي اختارها أهل الحديث" (حجة الله البالغة، ج۱ ص۱۵۲ المكتبة السلفية، لاهور)

یعنی "حدیث وفقہ اور مسائل کو دوسرے طرز پر مدوّن کرنے کی ضرورت پیش آئی اور یہ اس لئے کہ ان کے پاس اتنی احادیث اور آثار نہیں تھے جن سے اہلحدیث کے اختیار کردہ اصول کے موافق استنباطِ فقہ پر قادر ہوتے"

☆ اس سے قبل حافظ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) ایک حدیث کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد صححه بعض أهل الحديث" (فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج۲ ص۲۲۰)

یعنی "اس حدیث کو اہل حدیث نے صحیح کہا ہے"

☆ اور اس سے قبل امام ابن قیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی تصنیفات میں کثرت سے اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک مقام پر قنوتِ نازلہ سے متعلق حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذا ردّ على أهل الكوفة الذين يكرهون القنوت في الفجر مطلقاً عند النوازل وغيرها ويقولون هو منسوخ وفعله بدعة، فأهل الحديث متوسطون

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بين هؤلاء و بين من استحبه عند النوازل وغيرها وهم أشعر بالحديث من الطائفتين فإنهم يقنتون حيث قنت رسول الله ﷺ ويتركونه حيث تركه"

یعنی "ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ان کوفیوں کی تردید کرتی ہے جو حوادث وغیرہ میں مطلقاً نماز فجر میں قنوت نازلہ کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ قنوت پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے اور اس پر عمل بدعت ہے۔ جبکہ فریقین میں اہل حدیث کا مسلک معتدل ہے۔ اور اہل حدیث ہی حدیث نبوی کے مفہوم کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے قنوت پڑھی ہے، وہاں پڑھتے ہیں اور جہاں آپؐ نے اسے چھوڑا ہے، وہاں چھوڑنے کے قائل ہیں" (زاد المعاد: ج۱، ص۷۰)

☆ اس سے قبل امام ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) اپنی تالیفات میں شرعی مسائل میں جابجا اہل حدیث کا مسلک بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر نماز میں انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قراءت سے متعلق تین اقوال ذکر کئے ہیں، ان میں سے تیسرا قول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والقول الثالث أن قراءتها جائزة بل مستحبة وهذا مذهب أبي حنيفة وأحمد في المشهور عنه وأكثر أهل الحديث" (الفتاوى الكبرىٰ لابن تيمية: ج۱، ص۱۰۳)

یعنی "نماز میں بسم اللہ کا پڑھنا جائز ہی نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور امام احمدؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور اکثر اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے۔"

☆ اور اس سے بھی قبل امام رازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ) آیت ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ کے تحت چوتھا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں:

"المسئلة الرابعة قوله: ﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ﴾ يدلّ على أن القرآن وما هو عليه من كونه سوراً هو على حد ما أنزله الله تعالىٰ بخلاف قول كثير من أهل الحديث أنه نظم على هذا الترتيب في أيام عثمان فلذلك صح التحدي مرة بسورة و مرة بكل القرآن" (التفسير الكبير للامام الرازي، ج۲ صفحہ ۱۱۷)

"اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ﴾ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کریم اور اس کی سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے اس کے برخلاف اکثر اہل حدیث کا قول یہ ہے کہ اس کی یہ ترتیب دور عثمانی کی ہے۔ اسی وجہ سے مخالفین کو پورے قرآن کے ساتھ اور کبھی اس کی ایک سورت کے ساتھ چیلنج کرنا صحیح قرار پاتا ہے"

☆ اور اس سے پہلے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنية الطالبين میں فرما گئے ہیں کہ "بدعتیوں کی علامت، اہل حدیث کی 'غیبت' کرنا ہے، اور بددینوں کی علامت اہل حدیث کا نام 'حشویہ' رکھنا ہے۔ اور قدریہ کی علامت، ان کو 'مجبرہ' نامزد کرنا ہے، اور جہمیہ کی علامت ان کو 'مشبہہ' کہنا ہے اور رافضیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ ان کا نام 'ناصبی' رکھتے ہیں"..... ان گمراہ فرقوں کی علامات بیان کرنے کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ اہل حدیث کا دفاع کرتے ہوئے فرما گئے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ولا إسم لهم الا إسم واحد وهو أصحاب الحديث ولا يلتصق بهم ما لقّبهم أهل البدع كما لم يلتصق بالنبي ﷺ تسمية كفار مكة ساحراً و شاعراً ومجنونا ومفتونا وكاهنا" (غنية الطالبين، ص ۱۹۷)

یعنی "ان کا تو ایک ہی نام ہے اور وہ نام 'اہل حدیث' ہے۔ اور بدعتیوں نے ان کو جو لقب دیئے ہیں ان سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا، جیسا کہ مکہ کے کافر، رسول اکرم ﷺ کو جادوگر اور شاعر اور مجنون اور کاہن کہہ کر آپ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے۔"

☆ اور امام ترمذیؒ (متوفی ۲۷۹ھ) اپنی جامع ترمذی میں جنازے سے آگے چلنے سے متعلق حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وأهل الحديث كلّهم يروون أن الحديث المرسل في ذلك أصح" (جامع ترمذی، ۱/۱۹۶)

☆ اور امام مسلم (متوفی ۲۶۱ھ) اپنی صحیح کے مقدمہ میں متعدد بار اہلحدیث کا ذکر کرتے ہیں، ایک مقام پر فرماتے ہیں: " فأما ما كان منها عن قوم هم عند أهل الحديث متهمون أو عند الأكثر منهم فلسنا نتشاغل بتخريج حديثهم" (صحیح مسلم: ج۱، ص۵۵)

یعنی "جن روایات کے راوی تمام اہلحدیث یا ان میں سے اکثر کے نزدیک متہم بالکذب ہوں گے ہم ان کی روایات اپنی صحیح میں نہیں لائیں گے۔"

اہلحدیث سے اگرچہ یہاں محدثین کرام مراد ہیں، لیکن ان کے اُصول کو اختیار کرنے والے عوام بھی اس میں شامل ہیں جیسا کہ مقلدین اَحناف میں ان کے خواص اور عوام سب شمار ہوتے ہیں۔

☆ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) سے احمد بن حسن نے کہا: اے ابوعبداللہ! مکہ میں ابن ابی قتیلہ کے پاس اہلحدیث کا ذکر ہوا تو اس نے انہیں بُرا بھلا کہا۔ تو امام احمدؒ فرمانے لگے: "ایسا کہنے والا زندیق ہے، زندیق ہے، زندیق ہے" اور یہ کہتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔ (مناقب الامام احمد بن حنبل: ص۲۳۳)

☆ اور امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ کے تحت تین مقامات میں (نماز شروع کرتے ہوئے اور رکوع کے لئے جھکتے اور اس سے اُٹھتے ہوئے) رفع الیدین کے اثبات پر دلائل ذکر کرنے کے بعد اہلحدیث کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأهل الحديث من أهل المشرق يذهبون مذهبنا في رفع الأيدي ثلاث مرات في الصلوٰة" (كتاب الأمّ للامام الشافعي: ج۷ ص۱۸۷)

"یعنی اہل مشرق کے اہلحدیث نماز میں تین مرتبہ رفع یدین کرنے سے متعلق ہمارے مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اس سے قبل امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) بھی غیر مقلد (اہلحدیث) تھے بلکہ وہ اہلحدیث گر تھے جو دوسروں کو بھی اہلحدیث بنایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں:

''پہلے پہل امام ابوحنیفہؒ ہی نے مجھ کو اہلحدیث بنایا ہے'' (دیکھئے حدائق الحنفیہ، ص ۳۴۲ حدیقہ دوم)

اور امام صاحب سے قبل تو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا دور تھا جن میں نہ کوئی حنفی مقلد تھا نہ شافعی وغیرہ، بلکہ تمام صحابہ و تابعین متبع رسول ﷺ تھے اور بعد تقلید نامی سے ناآشنا تھے، کیونکہ تقلید شخصی اور مذہب پرستی کی بنیاد چوتھی صدی میں پڑی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"إعلم أن الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه" (حجة الله البالغة، ج ۱ ص ۱۵۲)

''واضح ہو کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی ایک خاص مذہب کی تقلید پر متفق نہیں تھے۔''

نیز فرماتے ہیں:

"أقول وبعد القرنين حدث فيهم شيئ من التخريج غير أن أهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد والتفقه له والحكاية لقوله كما يظهر من التتبع" (حجة الله البالغة ج ۱، ص ۱۵۲)

''میں کہتا ہوں: پہلی دو صدیوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا، لیکن چوتھی صدی کے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید کرنے پر متفق نہیں تھے اور نہ ہی کسی خاص شخص کی فقہ کے پابند تھے، اور نہ ہی ہر بات میں اسی کے قول کو نقل کیا کرتے تھے، جیسا کہ تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔''

تمام مقلد حضرات بالعموم اور الفاروق کے مضمون نگار بالخصوص مذکورہ بالا اقتباسات کی روشنی میں اپنی اداؤں پر نظر ثانی کریں اور سوچیں کہ اگر اہلحدیث حضرات ڈیڑھ سو سال سے شروع ہوئے ہیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو ڈیڑھ صدی سے قبل ان کا نام و نشان کیوں نہیں ملنا چاہئے۔ حالانکہ اس سے قبل ہر دور اور ہر صدی کے علماء کرام نے اپنی تصنیفات میں اہلحدیث کا ذکر خیر کیا ہے، جسے ہم بمع حوالہ جات ان کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں، اور اس بات کو بھی نوٹ فرما لیں کہ اگر تقلید کوئی مستحسن چیز ہوتی، اور شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی تو خیر القرون میں اس کی پابندی کی جاتی اور اس کی طرف راہنمائی کی جاتی، جبکہ اسلام کے سنہری دور کے مسلمانوں نے اپنی زندگیوں میں تقلید کا کبھی تصور بھی نہیں کیا، اور نہ ہی وہ اللہ و رسول کی اتباع و اطاعت کے بغیر کسی چیز کو خاطر میں لاتے تھے۔

یہی وہ معیار ہے جس کی طرف اہلحدیث دعوت دیتے ہیں اور اللہ و رسول کی اطاعت کو وہ تقلید شخصی پر غالب کرنا چاہتے ہیں، اس پر اہلحدیث علماء کی تصنیفات اور ان کی مساعی جمیلہ شاہد ہیں، نواب صدیق حسن خانؒ نے اسی معیار کو سربلند کرنے کیلئے اپنی کتاب "الحطة في ذكر الصحاح الستة"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف کی، جس کا آغاز ہی وہ اہلحدیث کے ذکر خیر سے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"محمدلاً لله الذي جعل أهل الحديث أهل النبي ﷺ خالصة من دون الناس"

یعنی "میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ اپنی کتاب کو شروع کرتا ہوں جس نے دوسرے لوگوں سے قطع نظر خاص کر اہلحدیث کو ہی اپنے نبی ﷺ کے پیروکار بنایا ہے" (الحطة: ص ا)

کیا نواب صدیق حسن خاں نے اہلحدیث کی مذمت کی ہے؟

اس کے بعد نواب صاحب نے متعدد مقامات پر نظم اور نثر کے ذریعہ سے اہلحدیث کی فضیلت اُجاگر کی ہے جس کی تفصیل، طوالت سے بچنے کے لئے یہاں دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا، لیکن بھلا ہو اس تقلیدی ذہن کا جس نے نواب صاحب اور ان کی اس کتاب کو اہلحدیث کے خلاف استعمال کرنے سے بھی گریز نہ کیا، اور اس کا ایک اقتباس حوالہ کی نشاندہی کئے بغیر غیر مقلدین کی مذمت میں پیش کر دیا، حالانکہ وہ عبارت اہلحدیث کے خلاف نہیں ہے، اور نہ ہی نواب صاحب جو مضمون نگار کے بقول خود بھی غیر مقلد تھے۔ غیر مقلدین کے خلاف ایسی کوئی بات لکھ سکتے تھے، اب ہم نواب صدیق حسنؒ کی کتاب "الحطة" کی وہ مفصل عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ "الفاروق" کے مضمون نگار نے، بزعم خویش اہلحدیث کے خلاف سمجھ کر اسے ان کی مذمت میں کتاب کا حوالہ دیئے بغیر نقل کیا ہے، تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو سکے کہ یہ اقتباس اہلحدیث کے خلاف نہیں بلکہ اسے نواب صاحب نے اہل تقلید کے خلاف ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"فقد نبتت في هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعى لأنفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما على العلات في كل شان مع أنها ليست في شيئ من أهل العلم والعمل والعرفان لجهلها عن العلوم الآلية التي لابد منها لطالب الحديث في تكميل هذا الشان وبعدها من الفنون العالية التي لا مندوحة لسالك طريق السنة عنها كالصرف والنحو واللغة والمعاني والبيان فضلا عن كمالات أخرىٰ وإن تشبهوا بالعلماء و يظهروا في زيّ أهل التقوى.

نظم: تصدر للتدريس كل مهوس بليد يسمى بالفقيه المدرس

ولذلك تراهم يقتصرون منها على النقل ومبانيها ولا يصرفون العناية إلى فهم السنة وتدبر معانيها ويظنون أن ذلك يكفيهم وهيهات بل المقصود من الحديث فهمه وتدبر معانيه دون الاقتصار على مبانيه فالأول في الحديث السماع ثم الحفظ ثم الفهم ثم العمل ثم النشر وهؤلاء قد اكتفوا بالسماع والنشر من دون ثبت وفهم وإن كان لا فائدة في الاقتصار عليه والاكتفاء به فالحديث في هذا الزمان لقراءة الصبيان دون أصحاب الايقان وهم في غفلتهم يعمهون..... وأما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هؤلاء الجهلة فجل تحديثهم عبارة عن اختيار بعض المسائل المختلف فيها بين المجتهدين والمحدثين في باب الطاعات دون المعاملات الدائرة بينهم كل يوم على العلات و تمام اتباعهم حكاية خلاف أهل الاجتهاد مع أهل الحديث الواقع في العبادات دون الارتفاقات ومن ثم لا يهتدون إلى ما انتقده أهل الحديث في الباب سبيلا ولا يعرفون من فقه السنة في المعاملات شيئا قليلا وكذلك لا يقدرون على استخراج مسئلة واستنباط حكم على أسلوب السنن وأهليها..... فيا لله العجب من أين يسمّون أنفسهم الموحّدين المخلصين وغيرهم بالمشركين المبتدعين وهم أشدالناس تعصّبا وغلوا في الدين قد انفقوا في غير شيئ نفائس الأوقات والانفاس واتعبوا أنفسهم وحيروا من خلفهم عن الناس..... آگے فرماتے ہیں:

وهذا الداء العضال إنما تولد من تعصّب العلماء والفقهاء بينهم و كثرة القيل والقال حتى عمّت به البلوٰى والجدال.....

اس کے بعد تقلید کے خلاف لکھی جانے والی کتاب "إيقاظ الهمم" کی عبارت نقل کرتے ہیں، اور شاہ ولی اللہؒ کی 'الانصاف' کا اقتباس یوں ذکر کرتے ہیں: قال صاحب الإنصاف ونشأت من بعدهم قرون على التقليد الصرف لا يميزون الحق من الباطل ولا الجدال من الاستنباط فالفقيه يومئذ هو الثرثار المتشدق الذي حفظ أقوال الفقهاء قويها وضعيفها من غير تمييز وسددها بشقشقة شدقيه والمحدث من عدّ الأحاديث صحيحها وسقيمها بقوة لحييه ولا أقول ذلك مطردا كليا وإن قلوا ولم يأت قرن بعد ذلك إلا وهو أكثرفتنة وأوفر تقليدا وأشد انتزاعا للأمانة من صدور الناس حتى اطمأنوا بترك الخوض في الدين وبأن يقولوا ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ لَمُقْتَدُونَ﴾ وإلى الله المشتكى (الحطّة: ص۱۵۲تا ۱۵۷)

یعنی "اس زمانے میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ ظاہر ہوا ہے جو خامیوں کے باوجود اپنے لیے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ اہل علم وعمل اور اہل معرفت میں سے نہیں ہے، کیونکہ وہ علومِ آلیہ سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالب حدیث کے لئے اس فن کی تکمیل میں بہت ضروری ہے اور یہ فرقہ علومِ عالیہ سے بھی ناواقف ہے جن کے بغیر سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، مثلاً صرف، نحو، لغت، معانی، بیان، وغیرہ چہ جائیکہ وہ دوسرے کمالات کا حامل ہو۔ اور یہ لوگ علماء کی شکل وصورت اور اہل تقویٰ کے بھیس میں نمودار ہوتے ہیں، شعر: ہر ہوس پرست احمق مسند تدریس سنبھال بیٹھا ہے، اس کا نام اُستاذ فقیہ رکھا جاتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ وہ نقل کرنے پر اور ابتدائی چیزوں پر اکتفا کرتے ہیں اور حدیث کو سمجھنے اور اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مفاہیم پر غور و فکر کرنے کی زحمت نہیں کرتے اور وہ سمجھتے ہیں کہ بس یہی کافی ہے جبکہ یہ حقیقت سے بہت دور ہے، حدیث پڑھنے کا مقصد تو یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے اور اس کے معانی پر غور کیا جائے، یہ تو نہیں کہ اس کے مبادیات پڑھ کر اکتفا کر لیجئے۔ حدیث کا پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ اس کا سماع کرے پھر اسے حفظ کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اس کے بعد اس کی نشر و اشاعت کی جائے مگر یہ لوگ اسے سننے اور اس کی نشر و اشاعت پر ہی اکتفا کر کے بیٹھ گئے ہیں، اسے سمجھنے اور اس کی تحقیق کرنے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ اس کے بغیر سماع اور نشر و اشاعت کا کوئی فائدہ نہیں، اس دور میں تو حدیث بچوں کے پڑھنے کے لئے رہ گئی ہے اور اصحاب یقین اپنی غفلت میں سرگرداں ہیں، لیکن یہ جاہل لوگ ان کی حدیث دانی صرف یہ ہے کہ یہ اُن مسائل کو اچھالتے رہتے ہیں جو عبادات سے متعلق ہیں اور مجتہدین اور محدثین کے درمیان اِختلافی ہیں، ان معاملات سے انہیں کوئی سروکار نہیں جو لوگوں سے متعلق ہیں، ان کے ہاں اِتباع سے مراد یہ ہے کہ عبادات کے بارے میں اہل اجتہاد کا جو اِختلاف اہل حدیث کے ساتھ ہے اسے نقل کر دیا جائے۔ تدبیرات نافعہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، اسی وجہ سے یہ لوگ اہلحدیث کے نقد کے شعور نہیں رکھتے اور نہ ہی انہیں معاملات کے بارے میں فقہ الحدیث سے کچھ واقفیت ہے، اور حدیث نیز اہلحدیث کے اُصول پر انہیں استنباط مسائل کی قدرت بھی حاصل نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو مخلص موحد کہتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو مشرک، بدعتی گردانتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ خود بڑے متعصب اور غالی قسم کے ہیں جو اپنے قیمتی وقت اور زندگی کو بے فائدہ صرف کر رہے ہیں، خود بھی مصیبت میں پڑتے ہیں اور اپنے پیچھلوں کو بھی حیرت میں ڈالتے ہیں..... آگے فرماتے ہیں: یہ لاعلاج مرض علماء اور فقہاء کے باہمی تعصب اور زیادہ لے دے سے پیدا ہوئی ہے حتیٰ کہ یہ مصیبت اور لڑائی جھگڑا عام ہوگیا" ..... اس کے بعد تقلید کے خلاف لکھی جانے والی کتاب "إیقاظ همم أولی الأبصار" کی عبارت نقل کی ہے، بعد ازیں شاہ ولی اللہ کی 'الانصاف' کا ایک اقتباس یوں نقل کرتے ہیں جو مقلدوں کے خلاف ہے:

"صاحب انصاف نے کہا ہے: بعد ازیں ایسے اہل زمان آئے جن کی نشو و نما خالص تقلید پر ہوئی جس کی وجہ سے وہ حق و باطل اور جدال و استنباط میں فرق نہیں کر سکتے، اس وقت فقیہ سے مراد وہ شخص لیا جاتا ہے جو باچھیں کھول کر بک بک کرنا جانتا ہو اور اس نے بلا تمیز فقہاء کے صحیح اور ضعیف اقوال یاد کر رکھے ہوں، اور منہ زوری سے انہیں درست بنالیا ہو اور محدث سے مراد وہ شخص لیا جاتا ہے جس نے صحیح و ضعیف احادیث کو شمار کر لیا ہو۔ میں یہ بات علی وجہ العموم نہیں کہتا، اگرچہ وہ لوگ کم ہیں جو اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کے بعد جو زمانہ بھی آیا وہ پہلے سے بڑھ کر فن اور تقلید میں اٹا ہوا تھا، اور لوگوں کے دلوں سے امانت داری کو سلب کر دینے والا تھا، نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ وہ دین میں غور و خوض کو چھوڑ کر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک دین پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے نشانات پر چلتے جائیں گے، وإنا إن شاء اللہ المهتدون"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ اقتباس ہے جس کا ترجمہ ماہنامہ 'الفاروق' نے ہاتھ کی صفائی سے اہلحدیث کے خلاف پیش کرنے کی جسارت کی ہے اور کتاب کا حوالہ دیئے بغیر نقل کیا ہے تاکہ کوئی شخص آسانی کے ساتھ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے اصل حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے، اگرچہ ہم تمام اہلحدیث کے علم وعرفان کی بلندیوں سے ہمکنار ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے لیکن اس مذکورہ بالا اقتباس کی مختلف عبارتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ نواب صاحب نے اسے اہل حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اہل تقلید کے خلاف نقل کیا ہے جو بزعم خویش فقیہ کہلاتے ہیں حالانکہ وہ استنباط اور مسائل کے استخراج پر قادر نہیں ہوتے اور اپنے لیے محدث اور مفسر ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں، جبکہ وہ فقہ الحدیث اور اہلحدیث کی تنقیدات سے نابلد ہوتے ہیں، اور نواب صاحب کا یہ کہنا کہ یہ لوگ حدیث کے سماع کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور اس کے معانی ومفاہیم پر توجہ نہیں دیتے، یہ جملہ بھی ان لوگوں پر ہی صادق آتا ہے جو سالہا سال تک فقہ حنفی کی کتابیں ہضم کرنے میں لگاتے ہیں اور دورۂ حدیث کے نام سے تمام کتب حدیث کا سماع ایک سال سے بھی کم عرصے میں کر گزرتے ہیں، اس کے بعد نواب صاحب کا الایقاظ اور الانصاف کی عبارتیں نقل کرنا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ اہل تقلید کی مذمت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں کتابیں تقلید شخصی کے رد میں لکھی گئی ہیں ایسے مقلدین کے بارے میں نواب صاحب نے اپنی کرب و بے چینی کا اظہار ان لفظوں سے کیا ہے:

"والمقصود أن هؤلاء القوم رؤيتهم قذاء العيون وشجى الحلوق وكرب النفوس وحمى الأرواح وغم الصدور ومرض القلوب أن أنصفتهم لم تقبل طبيعتهم الانصاف" (الحطة فی ذکر الصحاح الستة: ص۱۵۵)

"مقصد یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن، گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور روحوں کی مرض، سینوں کے غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے اگر آپ ان سے انصاف کی بات کریں تو ان کی فطرت انصاف کی بات قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے۔"

کیا انگریزوں نے 'اہل حدیث' نام الاٹ کیا ہے؟

☆☆ (الفاروق کے مفتی صاحب اہلحدیث پر الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انگریزوں سے الاٹ کرا کے اپنا نام 'اہلحدیث' رکھ لیا ہے، جبکہ قرآن و حدیث میں کس جگہ امت مسلمہ کے لئے یہ نام استعمال نہیں ہوا، سورۂ حج کے آخری رکوع میں فرمایا ہے: ﴿هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾ جس میں صاف تصریح ہے کہ فخر دو عالم خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی امت کا نام المسلمون ہے۔ یہ الگ بٹ جانا اور اپنا نیا نام رکھ لینا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انہوں نے اپنے کو جماعت مسلمین سے علیحدہ کر لیا ہے" (ص۱۸)

ہم مفتی مذکور سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اہلحدیث کہلانے والا ہی المسلمون سے علیحدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں ہوتا ہے، اور مقلد کہلانے والا اس سے خارج کیوں نہیں ہوتا۔ جب المسلمون کے نام کے ہوتے ہوئے 'مقلد' حنفی، قادری وغیرہ کہلانے والا المسلمون سے خارج نہیں ہوتا تو اہلحدیث کہلانے والا بھی مسلمون میں داخل ہی رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کا نام مسلمون رکھا ہے لیکن اس کے ہوتے ہوئے کوئی صفاتی نام رکھنے سے روکا بھی نہیں ہے، اس لئے صحابہ کرام 'مسلمین' نام کے ہوتے ہوئے 'انصار' اور 'مہاجرین' بھی کہلاتے تھے اس طرح وہ المسلمون سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ اللہ ربّ العزت نے خود قرآنِ کریم میں ان کے یہ صفاتی نام ذکر فرمائے ہیں۔

آپ کا انگریزوں سے اہلحدیث نام اُلاٹ کرانے کا دعویٰ بھی بلادلیل ہے، حالانکہ یہ نام خیر القرون سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان مصنفین نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اسے تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جاچکا ہے اور یہ نام غیر قرآنی بھی نہیں ہے بلکہ قرآنِ کریم کو 'حدیث' کہا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ (الزمر:۲۳) ''یعنی اللہ تعالیٰ نے بہترین حدیث نازل کی ہے'' نیز ارشادِ الٰہی ہے ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (المرسلات:۵۰) ادھر رسول اللہ ﷺ کے اَقوال واَفعال اور تقریرات کو بھی حدیث کہا جاتا ہے، اسی حدیث کے لفظ کے شروع میں 'اہل' کا لفظ..... جو کہ قرآنِ کریم میں ہی وارد ہے..... ملانے سے اہلحدیث کا مبارک نام حاصل ہوتا ہے۔ بتایئے قرآنِ کریم کے ایک لفظ کے ساتھ قرآن ہی کا دوسرا لفظ ملانے سے اس نام کو غیر قرآنی یا غیر اسلامی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، لہٰذا اہلحدیث کا معنی ہوا کہ قرآن اور حدیث نبوی دونوں کو ماننے والے۔ بنابریں جبکہ 'حدیث' کے لفظ میں قرآن وسنت دونوں مراد ہوتے ہیں تو ہمیں اہل القرآن والحدیث نام رکھنے کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے۔ جبکہ اس سے قبل ہر دور کے علماء ومحدثین، اس جماعت کو اہلحدیث کے نام سے ہی یاد کرتے آرہے ہیں تو اسی لئے کہ یہ نام قرآن وسنت دونوں کو شامل ہے۔

☆☆ مفتی صاحب اہلحدیث سے شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرات ائمہ کرام نے اپنے اجتہاد واستنباط سے جو مسائل بتائے ہیں، ان کے بارے میں غیر مقلدین عوام کو کہتے ہیں کہ یہ حدیث کے خلاف ہیں، یہ لوگ مخالفتِ حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتے، کوئی حدیث ہوتی تب تو مخالفت ہوتی جب حدیث بعض اُمور کے بارے میں موجود ہی نہیں تو مخالفت کیسے لازم آئی؟'' (ص۱۹)

حالانکہ حنفی علماء کا طرزِ عمل مفتی صاحب کے دعوے کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ اکثر احناف کا اجتہاد، صریح حدیثِ نبوی کے خلاف ہوتا ہے، جس کی تفصیل میں جانے کا موقع تو نہیں ہے لیکن ہم اس کی ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے، حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کو 'السلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیکم ورحمۃ اللہ پر ختم کرتے تھے اور آپ کا ارشادِ گرامی ہے: تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم
یعنی ''خارج نماز مباح اشیا 'اللہ اکبر' کہنے سے حرام ہو جاتی ہیں اور دورانِ نماز حرام شدہ چیزیں 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ' کہنے سے حلال ہو جاتی ہیں'' (جامع ترمذی: ج۱،ص۱۲۶)

لیکن دوسری طرف حنفی فقہ کی کتابیں اس حدیث کے خلاف ایک انوکھا ہی اجتہاد و استنباط پیش کرتی ہیں، اسے آپ بھی سنیں اور بتائیں کہ قرآن وسنت کی کس نص سے یہ استنباط کیا گیا ہے:

منیة المصلّی میں ہے: "إن المصلی إذا حدث عمدا بعد ما قعد قدر التشهد أو تكلم أوعمل عملا ينافي الصلوٰة تمّت صلوته بالاتفاق"

یعنی ''حنفیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازی اپنی نماز میں تشہد کے بقدر بیٹھنے کے بعد قصداً جان بوجھ کر ہوا خارج کر دے تو اس کی نماز ہو جائے گی''

(دیکھئے: منیة المصلی: ص۸۴..... شرح وقایة: ج۱،ص۱۵۹..... کنز الدقائق: ص۳۰)

اب آپ ہی بتائیں کہ حنفیوں کا یہ انوکھا اجتہاد حدیث مذکور کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ 'سلام' کا یہ نعم البدل کسی آیت یا حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے۔

☆☆ الفاروق کے مفتی مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے ص۱۹،۲۰ پر لکھتے ہیں:

''آپ (اہلحدیث) تو حضرات صحابہ کے بھی مخالف ہیں دیکھئے حضرت عمرؓ نے رمضان المبارک میں ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے سب کو جمع فرمایا اور جتنے بھی صحابہ تھے، ان سب نے حضرت عمرؓ سے اتفاق کر کے بیس رکعت تراویح پڑھنا شروع کیا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کسی ایسی دلیل پر عمل کرتے ہوئے بیس رکعت تراویح کا سلسلہ جاری فرمایا جو ان کو معلوم تھی۔ اسی لیے حضرات صحابہ کرامؓ نے ان سے موافقت فرمائی۔ پھر وہ خلفاءِ راشدین میں سے تھے جن کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین لیکن غیر مقلد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بدعت جاری کی، اور اس اعتبار سے اس زمانے کے سب صحابہ بدعتی ہو گئے''

العیاذ باللہ! حضرت عمر فاروقؓ اور صحابہ کرامؓ کو بدعتی کون کہہ سکتا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بدعتی ہو سکتے ہیں۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعت تراویح والی روایت صحیح ثابت ہی نہیں ہے بلکہ خود حنفی حضرات نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ عبداللہؓ بن عباسؓ کے واسطے سے جو روایت رسول اللہ ﷺ سے پیش کی جاتی ہے کہ آپ رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے، علامہ زیلعی حنفی اس روایت کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (نصب الرایة: ج۲،ص۱۵۳)

هو معلول بأبي شيبة إبراهيم بن عثمان جد الامام أبي بكربن أبي شيبة وهو متفق على ضعفه ولينه ابن عدي في الكامل ثم إنه مخالف للحديث الصحيح عن أبي سلمة بن عبدالرحمٰن أنه سأل عائشة كيف كانت صلوٰة رسول الله ﷺ في

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان قالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة

''یعنی (بیس رکعت تراویح والی روایت) ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ ابن عدی نے بھی الکامل میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان کے مہینہ میں نماز کے متعلق سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ رمضان، غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔''

حضرت عمر بن خطابؓ سے بیس تراویح ثابت ہی نہیں اور نہ ہی ان کے دورِ خلافت میں یہ صحابہ کرامؓ کا معمول تھا، بلکہ حضرت عمرؓ سے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم صحیح ثابت ہے جس کی طرف آپ آتے نہیں اور نہ دوسرے لوگوں کو آنے دیتے ہیں۔ مؤطا امام مالک میں ہے:

عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد أنه قال أمر عمر بن الخطاب أبي بن كعب وتميما الداري أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة قال فقد كان القارئ يقرء بالمئين حتى كنا نعتمد على العصى من طول القيام وما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر (مؤطا امام مالک مترجم: ج۱،ص۱۳۹، باب ماجاء فی قیام رمضان)

یعنی ''سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطابؓ نے اُبی بن کعبؓ اور تمیمؓ داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا تھا، یہاں تک کہ ہم طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور فجر کے قریب فارغ ہوا کرتے تھے''

حضرت عمرؓ سے صحیح ثابت حدیث کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں، صحابہ کرامؓ کے مخالف اہلحدیث نہیں ہیں بلکہ مقلدین ہیں جو کھری چیز کو چھوڑ کر کھوٹی اور غیر ثابت شدہ چیز پر اصرار کئے ہوئے ہیں۔

☆☆ اب ہم آپ کے سوالات کی طرف آتے ہیں جو اہلحدیث کو عاجز کرنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔ اہل تقلید کے ہاں اگرچہ درجن بھر اُٹھائے ہوئے سوالات انوکھے ہوں گے کیونکہ وہ تقلید کی تاریکیوں میں رہنے والے ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کی روشنی عطا فرمائی ہے ان کے ہاں ایسے سوالات کوئی انوکھے نہیں ہیں۔ ہم ان سوالات کو سوال و جواب کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

اہل تقلید: نماز میں جہر سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟

اہلحدیث: سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ اہل تقلید نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہلحدیث نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحمٰن جہر سے پڑھنے کے قائل ہیں، حالانکہ اہلحدیث کو اس کے جہر پر اصرار نہیں ہے۔ کیونکہ اسے آہستہ پڑھنے کی احادیث زیادہ قوی ہیں اور اکثر اہل حدیث کا عمل بھی آہستہ پڑھنے پر ہے، اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود جو حضرات بسم اللہ کے جہر کو جائز سمجھتے ہیں، ان کا استدلال ان متعدد احادیث سے ہے جو اس موضوع پر وارد ہیں، مثال کے طور پر مستدرک حاکم میں ہے:

"عن أنس بن مالك قال سمعت رسول اللهﷺ يجهر بسم الله الرحمٰن الرحيم" رواة هذا الحديث عن أخرهم ثقات (مستدرك حاكم: ج۱ص۲۳۳، كتاب الصلوٰة)

''انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ کو بسم اللہ جہری آواز سے پڑھتے سنا، اس حدیث کے آخر تک راوی ثقہ ہیں''

اہل تقلید: سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا صحیح اور مرفوع حدیث سے ثبوت دیں؟

اہل حدیث: قراءت کا آغاز جب کسی سورت کی ابتداء سے کیا جائے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھنی چاہئے کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کی پہلی آیت ہے اور سوائے سورۃ البراءۃ کے ہر سورت کے شروع میں نازل ہوئی جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے

كان النبیﷺ لا يعلم ختم السورة حتى ينزل بسم الله الرحمٰن الرحيم قلت أما هذا فثابت (مستدرك حاكم ج۱،ص۲۳۱ / ابوداود: ج۱،ص۲۸۸)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نزول پر رسول اللہﷺ جان لیتے تھے کہ پہلی سورت ختم ہو چکی ہے''

جب بسم اللہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے، تو سورت کے آغاز میں اسے تلاوت کرنا چاہئے اور رسول اللہﷺ کا بھی اس پر عمل تھا کہ آپ سورت کے شروع میں بسم اللہ بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے جیسا کہ انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"قال بينما ذات يوم بين أظهرنا يريد النبیﷺ إذا غفى اغفاءة ثم رفع رأسه متبسما فقلنا له ما أضحك يارسول الله قال: نزلت علیّ آنفا سورة ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، إِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ (سنن نسائی: ج۱،ص۳۰۶ / سنن ابوداود: ج۱،ص۲۸۶)

''انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ ذرا اونگھے پھر مسکراتے ہوئے اپنا سر اُٹھایا۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے اور وہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، إِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ ہے''

اہل تقلید: آمین بالجہر کی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں جس پر کسی قسم کا کسی محدث نے کلام نہ کیا ہو اور وہ کسی آیت یا حدیث کے معارض نہ ہو اور اس میں لفظ جہر بالتصریح مذکور ہو؟

اہل حدیث: حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں:

سمعت النبیﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين وقال آمين ومدّ بها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوته (جامع ترمذی: ج۱،ص۷۹)

یعنی'' حضرت وائل بن حجر سے مروی کہتے ہیں: ''میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے "غیر المغضوب علیهم و لا الضالین" پڑھا اور آپ نے آمین کہی اور اونچی آواز سے کہی۔''

رسول اللہ ﷺ نے آمین بلند آواز سے کہی، تب ہی تو حضرت وائل نے اسے سنا اور اسے سَمِعْتُ (میں نے سنا) سے بیان کیا ہے۔

سنن ابوداود میں ہے: عن وائل بن حجر أنه صلّى خلف رسول الله ﷺ فجهر بآمين وسلّم عن يمينه وعن شماله حتى رأيت بياض خده" (ابوداود: ج۱،ص۳۶۰)

''حضرت وائل کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپؐ نے پکار کر آمین کہی اور دائیں، بائیں سلام پھیرا تو مجھے آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آئی''

اہل تقلید: ایک شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جبکہ امام سورۃ فاتحہ کی چھ آیتیں پڑھ چکا تھا، سوال یہ ہے کہ یہ مقتدی سورۃ فاتحہ کب پڑھے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ امام ایسا شخص ہو جو سورۂ فاتحہ کے بعد سکتہ بھی نہیں کرتا ہو۔ پھر یہ سوال ہے کہ یہ شخص امام کے ساتھ آمین کہے یا نہ کہے، اگر امام کے ساتھ آمین کہے تو پھر اپنی فاتحہ ختم کر کے آمین کہے یا نہ کہے؟

اہلحدیث: امام کے پیچھے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، خواہ امام سکتہ کرے یا نہ کرے، اور وہ فاتحہ کی چھ آیات پڑھ چکا ہو یا سورۃ فاتحہ مکمل کر چکا ہو۔ بہرحال اس کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور اس سے متعلق سوال حضرت ابوہریرہؓ سے بھی کیا گیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: "قيل لأبي هريرة: إنا نكون وراء الامام فقال إقرأ بها في نفسك"

یعنی ''حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں؟.....فرمایا: اس وقت تم لوگ آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھا کرو'' (صحیح مسلم: ج۲،ص۲۲)

لہٰذا پیچھے رہ جانے والا امام کے سورۂ فاتحہ کی چھ آیات پڑھ لینے کے بعد ملتا ہے تو وہ فاتحہ کا جتنا حصہ پڑھ سکتا ہے وہ پڑھے اور امام کے ساتھ آمین کہے کیونکہ مقتدی کی آمین کو امام کی آمین کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ فرمانِ رسولؐ ہے: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا (صحیح مسلم)

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو''

اس کے بعد سورۃ فاتحہ کو مکمل کرے جو کہ نماز میں فرض ہے، اور فاتحہ کی تکمیل پر مقتدی کو دوسری بار آمین کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آمین، سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

اہل تقلید: کسی مرفوع صحیح صریح حدیث سے نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ثابت کریں؟

اہلحدیث: "عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن يمينه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعن يساره ورأيته يضع هذه على صدره ووصف يحيىٰ: اليمنى على اليسرى فوق المفصل" (مسند احمد، ج۵ص۲۲۶)

یعنی" حضرت ھلب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (نماز سے سلام پھیر کر مقتدیوں کی طرف) دائیں جانب سے مڑتے دیکھا اور کبھی بائیں جانب سے اور میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سینے پر باندھتے تھے اور یحییٰ نے اس کی یوں وضاحت کی کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں کے جوڑ پر رکھ کر سینے پر باندھا"

اہل تقلید: قرآن مجید میں جو ﴿فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ کا حکم ہے، اور حدیث میں: وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا" آیا ہے، ان کی وجہ سے غیر مقلدوں نے جو یہ تجویز کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ایک آیت پڑھتا چلے یا یہ تجویز کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد امام خاموش ہوجائے تاکہ اس سکتے میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے، ان دونوں باتوں کا ثبوت صحیح صریح مرفوع حدیث سے دیں۔

اہلحدیث: مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا سکتوں کا محتاج نہیں ہے، امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، ہر حال میں فرض ہے خواہ امام سکتے کرے یا نہ کرے، کیونکہ رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" (صحیح بخاری: ج۱،ص۱۰۴)

یعنی" ہر اس شخص کی نماز نہیں ہوتی، جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا"

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان براہ راست مقتدیوں کے لیے ہے، اور اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ آج سے تقریباً چودہ سو سال پیچھے لوٹیں اور اس دور کو اپنے ذہن میں لائیں جبکہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں بنفس نفیس زندہ موجود تھے اور آپ خود امام ہونے کی حیثیت سے صدیق و فاروق، عثمان و علی جیسے بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو (جو سب کے سب آپ کے پیچھے آپ کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنے والے آپ کے مقتدی تھے) یہ حکم دے رہے تھے کہ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ اپنی نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا۔ غور فرمائیں، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان امام ہونے کی صورت میں آپ سے صحابہ کرامؓ کے لئے صادر ہوا تھا جو اس دور میں آپ کے مقتدی تھے، لہٰذا مذکورہ بالا حدیث درحقیقت ہے ہی مقتدیوں کے لئے، اگرچہ اس کے عموم میں غیر مقتدی بھی داخل ہیں۔ بنابریں مقلدین حنفیہ کا اس حدیث کو امام یا اکیلے نمازی سے خاص سمجھنا ان کی تدبرِ حدیث سے محرومی کی دلیل ہے۔ اسی لئے تو امام احمد بن حنبلؒ فرما گئے ہیں:

هؤلا أصحاب أبي حنيفة ليس لهم بصر بشيئ من الحديث، ليس لهم إلا الجراءة

"یعنی اصحاب ابوحنیفہ صرف ڈھٹائی کرتے ہیں ورنہ حدیث کے متعلق انہیں کچھ بھی بصیرت حاصل نہیں ہے" (قیام اللیل للمروزی: ص۱۲۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل تقلید: امام تشہد میں درود شریف اور دُعا سے فارغ ہو چکا، اور مقتدی ابھی فارغ نہیں ہوا تو کیا مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دے یا مذکورہ چیزیں ختم کر کے سلام پھیرے، جبکہ وہ مدرک ہے اور شروع رکعت سے امام کے ساتھ شریک ہے جواب میں صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟

اہلحدیث: امام کے ساتھ ہی سلام پھیرنے کی سوچ عالمانہ نہیں بلکہ صحیح، صریح مرفوع حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث نبوی کی روشنی میں مقتدی کو نماز کا ہر فعل امام کے بعد ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا مقتدی امام کے بعد سلام پھیرے گا، اور جبکہ وہ مدرک ہے تو وہ تشہد، درود شریف اور دعا سے امام کے ساتھ ہی فارغ ہو جائے گا اور اگر بالفرض دعا رہ بھی جائے تو مقتدی اسے چھوڑ کر امام کے سلام کے بعد سلام پھیر دے گا، کیونکہ دعا اختیاری چیز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثم يتخير من الدعاء اعجبه اليه فيدعو" (صحیح البخاری مع فتح الباری: ج۲، ص۳۲۰)

یعنی "جو دعا کرنا اسے پسند ہے اسے کرنے کا نمازی کو اختیار ہے"

بنا بریں دعا کرنا جب اختیاری عمل ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی اسے چھوڑ کر سلام پھیر سکتا ہے، دعا کی وجہ سے سلام کو لیٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اہل تقلید: کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت رسولِ کریم ﷺ نمازِ فجر میں قنوت بحیثیتِ جز نماز پڑھتے تھے۔ اور یہ قنوتِ نازلہ نہ تھی اور ثابت کریں کہ یہ قنوت ہمیشہ حضورِ اقدس ﷺ نے آخری حیات تک رکوع کے بعد پڑھی ہے، جیسا کہ غیر مقلدوں کا عمل ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ آپ قنوت میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے۔ صحیح بخاری: ج۱، ص۱۳۶ میں یوں ہے اِنَّمَا قَنَتَ رسول الله ﷺ بعد الركوع شهراً اس کو سامنے رکھ کر جواب دیں، نیز صفحہ مذکورہ پر مغرب میں قنوت پڑھنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے، کیا آپ اس کا بھی اہتمام کرتے ہیں؟

اہلحدیث: مقلد نے یہ سوال شافعی مذہب کو سامنے رکھ کر کیا ہے، اور اسی کو اس نے اہل حدیث کا مذہب سمجھ لیا ہے، حالانکہ اہل حدیث قنوت کو بحیثیتِ جز نماز نہیں پڑھتے اور نہ ہی اس کا ساری عمر شوافع کی طرح التزام کرنے کے قائل ہیں بلکہ وہ اسے قنوتِ نازلہ ہی سمجھتے ہیں یعنی امتِ مسلمہ پر نازل ہونے والی کسی آفت و مصیبت پر ہی پڑھنے کے قائل ہیں۔ احناف کی طرح اسے ترک کرنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ اہلحدیث کے نزدیک رکوع کے بعد قنوت پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے صراحت کے ساتھ یہی ثابت ہے، جیسا کہ اس سے متعلق حدیث سائل نے اپنے سوال میں ہی ذکر کر دی ہے، لیکن رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ عمل بعض صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے "عن أنس بن مالك وقد سئل عن القنوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی صلوٰۃ الصبح فقال کنا نقنت قبل الرکوع و بعدہ" (سنن ابن ماجہ، ج ا ص ۱۹۵)

''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ان سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی''

اور قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اٹھانا بھی رسول اللہ سے ثابت ہے جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے:

"عن ثابت عن أنس بن مالك فی قصة القرّاء وقتلهم قال فقال لي أنس لقد رأيت رسول اللهﷺ كلما صلى الغداة رفع يديه يدعو عليهم يعني على الذين قتلوهم" (السنن الکبریٰ للبیهقی: ج ۲، ص ۲۱۱)

یعنی'' ثابت سے مروی ہے اور وہ حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے قراءِ قرآن کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا، تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا: آپ جب فجر کی نماز ادا فرماتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر قراء کے قاتلوں پر بددعا کرتے تھے۔''

مقلد کا سوال یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری میں مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر آتا ہے کیا آپ اس کا بھی اہتمام کرتے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ قرآن وسنت سے جو چیز بھی ہمارے لئے ثابت ہو جائے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ احادیث مبارکہ سے مغرب کی نماز میں قنوت کا ذکر ملتا ہے، لہٰذا ہم نمازِ مغرب میں بھی قنوتِ نازلہ کے جواز کے قائل ہیں۔

اہل تقلید: صحیح، صریح مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں کہ مریض اور مسافر اگر جمعہ میں نہ آئے تو نمازِ جمعہ کی جگہ کون سی نماز پڑھے؟

اہلحدیث: نمازِ جمعہ ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے لہٰذا جس شخص کا کسی شرعی رخصت کی بنا پر جمعہ رہ جائے اسے اصل نمازِ ظہر ہی ادا کرنی چاہئے۔ مریض اور مسافر بھی اگر جمعہ کی نماز میں شامل نہ ہوں تو ظہر کی نماز پڑھیں گے، جیسا کہ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

"قال رسول اللهﷺ من أدرك من الجمعة ركعة فليصل إليها أخرى ومن فاتته الركعتان فليصل أربعا أوقال الظهر" (رواه الدارقطني، مشكوٰة: ج ا ص ۸۷ا)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کی نماز سے ایک رکعت پالے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے (جمعہ پڑھے)۔ اور جس شخص کی دونوں رکعتیں رہ جائیں، وہ چار رکعات پڑھے یا فرمایا کہ وہ ظہر کی نماز پڑھے''

اس حدیث پاک میں مَنْ الفاظِ عموم سے ہے لہٰذا یہ مریض اور مسافر جیسے اَفراد کو شامل ہے جو جمعہ کی دو رکعت نماز میں شامل نہیں ہو سکتے تو اس کی جگہ ظہر ادا کریں گے۔

اہل تقلید: مفسداتِ صلوٰۃ (نماز توڑ دینے والے امور) مرفوع صحیح اور صریح حدیث سے ثابت کریں، خصوصاً یہ بتائیں کہ نماز میں چلنا پھرنا اور کھانا پینا ممنوع نہیں ہے تو کس دلیل سے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث: اس مختصر مضمون میں مفسداتِ صلوٰۃ کا احاطہ تو مشکل ہے، اس کے لئے کتبِ حدیث میں مالا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ" کے اَبواب دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہاں البتہ چلنا پھرنا اور کھانا پینا خارجِ صلوٰۃ جائز امور سے ہے لیکن نماز کی تکبیر (اللہ اکبر) کہنے سے یہ چیزیں ممنوع ہوجاتی ہیں جیسا کہ حدیثِ نبویؐ ہے: "عن أبي سعيد قال قال رسول اللهﷺ مفتاح الصلوٰة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم" (ترمذی شریف، ج۱ص۱۲۶)

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "وضو نماز کی کنجی ہے اور مباح چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر (اللہ اکبر) کہنا اور (اثناءِ نماز) حرام چیزوں کو مباح کردینے والی چیز سلام پھیرنا ہے"

اس حدیث کی روشنی میں نماز سے پہلے چلنا پھرنا، کھانا پینا جو حلال چیزیں تھیں، نماز شروع کرنے سے ممنوع قرار پائیں گی۔

اہل تقلید: کسی حدیث مرفوع صحیح صریح سے پگڑی، ٹوپی کے ہوتے ہوئے بھی بالالتزام ننگے سر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کریں؟

اہلحدیث: رسول اللہﷺ سے سر ڈھانپ کر اور کبھی ننگے سر نماز پڑھنا ثابت ہے:

عن عمر بن أبي سلمة أنه رأى النبيﷺ يصلّي في ثوب واحد في بيت أم سلمة قد ألقى طرفيه على عاتقيه (صحیح بخاری: ج۱،ص۵۲)

یعنی "عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہﷺ کو حضرت امّ سلمہؓ کے گھر میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں پر ڈالا ہوا تھا"

"عن محمد بن المنكدر قال صلّى جابر في إزار قد عقده من قبل قفاه وثيابه موضوعة على المشجب فقال له قائل: تصلي في إزار واحد فقال إنما صنعت ذلك ليراني أحمق مثلك وأينا كان له ثوبان على عهد رسول اللهﷺ"

"محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے ایک ہی چادر میں نماز پڑھی جسے انہوں نے گردن کے پیچھے باندھا ہوا تھا، اور آپ نے باقی کپڑے تپائی پر رکھے ہوئے تھے۔ کسی آدمی نے ان سے کہا: آپ ایک ہی چادر میں نماز کیوں پڑھتے ہیں، (جبکہ دیگر کپڑے پاس رکھے ہوئے ہیں) فرمایا میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ مجھے آپ جیسا انجان دیکھ لے، آنحضرت کے وقت میں دو کپڑے کس کے پاس تھے؟؟" (صحیح بخاری، ج۱ص۵۱)

ننگے سر نماز پڑھنے کو حرام یا مکروہ کہنا حنفی مقلدوں کا خود ساختہ مسئلہ ہے، جبکہ شرعی لحاظ سے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو محرم کو سر ننگا رکھنے یا اس کے لیے ننگے سر نماز پڑھنے کی اجازت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتی، حالانکہ محرم کے لئے بعض حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں۔

اہل تقلید: حالت اضطرار میں یا غیر اضطرار میں انسان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جو صورت بھی اختیار کریں، اس کے لئے مرفوع صحیح اور صریح حدیث پیش کریں؟

اہلحدیث: مجبور یا غیر مجبور کے لئے انسان کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اسے قتل کرنا حلال ہو، اور انسان کو قتل کرنا حرام ہے لہٰذا اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ قرآن کریم میں قتل نفس سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء:۲۹) ''اور تم اپنی جانوں کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے''

اہل تقلید: حدود جن میں شکار کرنا جائز نہیں اور حدود مزدلفہ اور حدود عرفات صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ثابت کریں۔ یاد رہے کہ ان مقامات کے حدود کے نشانات جو لگے ہوئے ہیں وہ ترکی حکومت کے لگائے ہوئے ہیں جو حنفی تھے پھر سعودی حکومت نے ان کی تجدید کی ہے جو حنبلی تھے۔ مقلدین سارے کے سارے آپ کے نزدیک مشرک ہیں، مشرکوں کی لگائی ہوئی نشانیوں پر اعتماد کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ یہی سوال جمعہ اور رمضان المبارک کے بارے میں ہے؟

اہلحدیث: مقلد کی سوچ اُلٹی ہوتی ہے، اس لئے اس نے یہاں بھی اُلٹ کام ہی کیا ہے جبکہ حدود مزدلفہ و عرفات نیز جمعہ و رمضان المبارک کی تعیین کے بارے میں مقلدین نے اہلحدیث پر اعتماد کیا ہے، لیکن مقلد نے اُلٹی گنگا چلا دی اور کہا کہ غیر مقلدوں نے ان حدود کی تعیین میں اہل تقلید پر اعتماد کیا ہے، حاشا وکلا..... مقلد تو خود دوسروں کے سہارے پر جیتا ہے، وہ حدود حرم وغیرہ کی تعیین میں اہلحدیث کی کیا راہنمائی کر سکتا ہے۔ جبکہ شاہ ولی اللہ کے بقول تقلید چوتھی صدی میں شروع ہوئی ہے تو اس سے قبل سب مسلمان غیر مقلد اور ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کی روشنی میں زندگی گزارنے والے تھے، تقلید کا نام و نشان نہیں تھا۔ خود ائمہ اربعہ غیر مقلد تھے، اس کے بعد تقلید ناسدید نے جنم لیا اور ایک سنہری اسلام کو کئی فرقوں میں بانٹ دیا۔ بنابریں حدود حرم اور جمعہ و رمضان المبارک کی تعیین میں اہل تقلید نے اہلحدیث پر اعتماد کیا ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ تقلید کی ولادت کے بعد اہل حدیث ناپید نہیں ہو گئے تھے بلکہ یہ جماعت ہر دور میں موجود رہی ہے، جو اہل تقلید کے افراط و تفریط کی نشاندہی کرتی چلی آ رہی ہے۔

اہل تقلید: یہ تو بتائیے کہ جیسے چاروں مذاہب کے مقلدین صدیوں سے آپس میں مل کر چلتے آئے ہیں ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کو راجح بھی بتاتے ہیں دوسرے کے مذہب کو مرجوح کہتے ہیں، غلط نہیں کہتے، کیونکہ دوسروں کے پاس بھی دلائل ہیں، آپ حضرات اپنے دعوے کے مطابق اگرچہ چاروں مذاہب سے الگ ہیں تو ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کردہ مسائل پر عمل کرتے رہیں۔ امام ابوحنیفہ اور احناف پر کیچڑ نہ اچھالیں؟

(الحدیث: پاکی داماں کی حکایت کو اتنا دراز کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چاروں مذاہب کے مقلدین کے آپس میں مل کر چلنے کی حقیقت اور ایک دوسرے کے احترام کرنے کی اصلیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ یہ کشمکش مقلدین کی کتابوں سے بھی آشکار ہے۔ اور خراسان میں شوافع اور احناف کی باہمی معرکہ آرائیاں بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہیں بلکہ موجودہ دور میں احناف کے ہی دو ٹکڑوں (دیوبندی اور بریلوی) کی آپس میں دست بگریباں ہونے کی داستانیں آئے دن پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں۔ باقی رہی امام ابوحنیفہ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کی بات تو واضح رہے کہ امام صاحب کے خلاف کیچڑ اہلحدیث نے نہیں اچھالا، بلکہ خود ان کے مقلدین نے ان کے خلاف ایسا کیچڑ اچھالا ہے کہ امام صاحب کا دامن اس سے پاک ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند مسائل پیش کرتے ہیں جو مقلدین کی کتابوں یا ان کے فتووں میں موجود ہیں لیکن امام صاحب سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی ان پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل دستیاب ہے۔ اور بعض تو ایسے اخلاقیات سے گرے ہوئے ہیں کہ وہ عوام کو اسلام سے متنفر کرتے ہیں، ان میں چند مسائل آپ کے غور وفکر کے لئے لکھے جاتے ہیں:

(۱) فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ہے:

"الخروج من الصلوٰة بفعل المصلي فرض عند أبي حنيفة خلافا لهما حتى أن المصلي إذا احدث عمداً بعد ما قعد قدر التشهد أوتكلم أوعمل عملا ينافي الصلوٰة تمت صلوته بالاتفاق"

یعنی "نمازی آخری التحیات میں تشہد کی مقدار بیٹھ کر کسی سے بات کرلے یا ایسا کام کرے جو نماز کے منافی ہو یا (سلام کی جگہ) قصداً جان بوجھ کر ہوا خارج کردے تو اس کی نماز بالاتفاق مکمل اور پوری ہوجائے گی۔ (دیکھئے منیۃ المصلی، ص۸۴، شرح وقایہ ج۱ ص۱۵۹، کنز الدقائق، ص۳۰)

کیا حنفی فقاہت سے لبریز اس مسئلہ کو آپ صحیح، مرفوع حدیث سے ثابت کرسکتے ہیں؟

(۲) "والأصل فيه أن النجاسة الغليظة إذا كانت قدر الدرهم أودونه فهو عفو لا تمنع جواز الصلوٰة عندنا و عند زفر والشافعي يمنع"

"اصل بات یہ ہے کہ نجاست غلیظ بقدر درہم یا اس سے کم ہو تو وہ معاف ہے۔ اس قدر نجاست نمازی کے جسم یا کپڑے پر لگی ہوئی ہو تو احناف کے نزدیک نماز ہوجاتی ہے۔ امام شافعی اسے ممنوع کہتے ہیں" (دیکھئے منیۃ المصلی، ص۵۲)

کیا آپ نمازی کے لئے نجاست کی اس مقدار کی رخصت کو کتاب وسنت سے ثابت کرسکتے ہیں؟

(۳) "لو رعف فكتب الفاتحة بالدم على جبهته وأنفه جاز للاستشفاء وبالبول أيضا"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''نکسیر کے علاج کے لئے اگر سورۂ فاتحہ خون یا پیشاب کے ساتھ مریض کی پیشانی اور اس کی ناک پر لکھ دی جائے تو حصولِ شفاء کے لئے ایسا کرنا جائز ہے'' (ردّ المحتار: ج۱، ص۱۴۰)

اسے صحیح، صریح، مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کریں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ آپ نے اپنے بعد آنے والے مسلمانوں کو چوتھی صدی میں کسی ایک عالم کی تقلید کی پابندی کا حکم دیا تھا۔

(۵) صحیح، صریح، مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کریں کہ نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا مشروع نہیں ہے اور نماز جنازہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے؟

(۶) نماز شروع کرتے وقت آدمی کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت کندھوں تک اور عورت سینے پر ہاتھ باندھے اور مرد زیرِ ناف۔ یہ تفریق صحیح صریح، مرفوع، غیر مجروح حدیث سے پیش کریں۔

(۷) نماز کی تکبیر تحریمہ سے قبل اُردو یا پنجابی میں زبان کے ساتھ نیتِ نماز کے الفاظ اَدا کرنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت فرمائیں۔

(۸) اَحناف کے ہاں سجدۂ سہو میں ایک جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرنا صحیح مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کریں۔

(۹) صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کریں کہ سجدہ کرتے وقت عورت اپنا پیٹ رانوں سے چپکا لے اور زمین سے چمٹ کر سجدہ کرے، جبکہ مرد اپنا پیٹ رانوں سے دور رکھے۔

(۱۰) اَحناف کا نماز باجماعت میں صف بندی کو اہمیت نہ دینا اور نمازیوں کا آپس میں فاصلے چھوڑ کر کھڑے ہونا اور ایک دوسرے کے ساتھ پاؤں ملانے سے نفرت کرنا صحیح، صریح، مرفوع غیر مجروح حدیث سے ثابت کرویں۔ فقط عمرہ کاملہ

جادو کے موضوع پر ماہنامہ 'محدث' اور روزنامہ 'دِن' میں قسط وار چھپنے والے مضامین

مکمل ۸ حصے

شریر جادوگروں کا قلع قمع کرنے والی تلوار

قیمت 60 روپے

کتابی شکل میں تیسرا ایڈیشن، مکمل وظائف جمع شدہ

خوبصورت کپور ٹنگ | دیدہ زیب سرورق | چار رنگہ سرورق

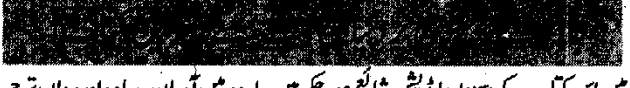

☆ عربی زبان میں اس کتاب کے دسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اردو میں آسان، سادہ اور رواں ترجمہ پہلی بار

☆ جادوگروں کی علامات، بچاؤ کی تدبیریں، مختلف جادوؤں کے توڑ صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں

☆ آسان طرزِ تحریر..... ہر بات نکات وار..... جا بجا مثالیں اور عملی نمونہ جات..... ہر بات بادلیل اور با حوالہ

دفتر ماہنامہ محدث + مکتبہ قدوسیہ + مکتبہ دار السلام + نعمانی کتب خانہ + اردو بازار کے دینی کتب خانوں پر میں دستیاب ہے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ
دوسری قسط

تحریر: محمد علی الصابونی، مکہ
ترجمہ: محمد اسلم صدیق☆

اُمّہات المؤمنین کے فضائل

تعددِ ازواج کی حکمت بیان کرنے کے بعد اب ہم اُمہات المؤمنین کے فضائل بیان کرتے ہیں جن کو اللہ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے منتخب فرمایا، سید المرسلینؐ کے ساتھ نسبت جیسے شرفِ عظیم سے سرفراز فرمایا۔ انہیں مؤمنوں کی مائیں ہونے کا شرف بخش کر ان کے لئے تکریم و تعظیم کو واجب کردیا اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب:٦)

''نبی کا حق مسلمانوں پر خود اس کی جان سے بھی زیادہ ہے اور ازواجِ نبیؐ مومنین کی مائیں ہیں''

مزید فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:٥٣)

''تمہارے لئے یہ روا نہیں کہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یقیناً یہ باتیں اللہ کے نزدیک بڑی ہی سنگین ہیں''

علامہ قرطبیؒ اپنی کتاب 'الجامع لأحکام القرآن' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بیویوں کو یہ شرف اور احترام بخشا کہ انہیں مؤمنوں کی ماؤں کی حیثیت دی یعنی ان کے لئے احترام وعقیدت کو واجب کردیا اور مردوں کے لئے ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام قرار دیا۔ تو ان کا یہ شرف دراصل نبیؐ کی عظمت کے مرہونِ منت تھا۔'' (ج ١٤/١٢٣)

اُمہات المؤمنین جن سے آپؐ نے نکاح کیا، ان کی تعداد دس سے زائد ہے۔ ذیل میں ہم بالترتیب ان کے حالات ذکر کرتے ہیں:

(١) حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد

یہ نبی ﷺ کی سب سے پہلی بیوی تھیں جن سے آپ ﷺ نے بعثت سے قبل نکاح کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ٢٥ سال تھی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اس وقت ٤٠ سال کی بیوہ تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابوہالہ بن زُرارہ سے ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ کے نکاح میں آئیں۔ عتیق کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ جیسا کہ صاحب 'الاصابہ' نے ذکر کیا ہے، آپؐ نے ان کی بے پناہ ذہانت اور اصابتِ رائے سے متاثر ہوکر ان کو پسند کیا اور یقیناً یہ نکاح حکمت کے تقاضوں کے عین

☆ تحریر: استاذ کلیۃ الشریعہ، مکہ مکرمہ مترجم: فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ ..... رکن مجلس التحقیق الاسلامی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق تھا۔ کیونکہ یہ ایک عبقری مرد کا عبقری عورت سے نکاح تھا اور دونوں کی عمروں کا اختلاف کوئی ایسا معاملہ نہ تھا جو اس شادی کے راستے میں حائل ہو جاتا۔ کیونکہ شادی کا مقصد تکمیل شہوت اور نفس پرستی تو نہ تھا بلکہ انسانیت کی اِصلاح جیسا عظیم مقصد پیش نظر تھا۔ چونکہ اللہ نے محمد ﷺ کو رسالت و دعوت کا بارِگراں اٹھانے کے لئے تیار کرنا تھا جس کے لئے یقیناً ایک رفیقۂ حیات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس اہم فرض کی بجا آوری کے لئے خدائے قدوس نے حضرت خدیجہؓ جیسی پاکباز، صالحہ، ذہین و فطین اور دانشور خاتون کو منتخب فرمایا تاکہ وہ دعوت و رسالت کی نشر و اشاعت میں آپ کی دست و باز و اور مددگار بن سکے۔ یہ پہلی خاتون تھیں جو آپ پر ایمان لائیں۔ ان کی عقل اور اصابت رائے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب جبرائیل غارِ حرا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لے کر آئے اور آپ ﷺ اس حالت میں گھر لوٹے کہ آپ کا دل شدت خوف سے کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو''۔ جب خوف جاتا رہا تو حضرت خدیجہؓ کو واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: ''مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔'' تو حضرت خدیجہؓ نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

''ہرگز نہیں، بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے عنفوانِ شباب کا زمانہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزارا اور جب تک وہ زندہ رہیں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اور انہیں ایسی محبت دی جو کسی اور بیوی کا حصہ نہ بن سکی۔ حضرت عائشہؓ نے گو حضرت خدیجہؓ کو نہیں دیکھا تھا، اس کے باوجود ان پر رشک کیا کرتیں، یہاں تک کہ ایک دن جب آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یاد فرمایا تو حضرت عائشہؓ بولیں:

''آپ کیا ایک بڑھیا کو یاد کرتے ہیں جو مر چکیں اور خدا نے آپ کو ان سے اچھی بیویاں دیں''

تو آنحضور ﷺ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: ''بخدا اللہ نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں دی۔ وہ اس وقت اسلام لائیں جب اوروں نے میرا انکار کیا، اس نے میری رسالت کی تصدیق کی جب اوروں نے میری تکذیب کی، اس نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا، جب اوروں نے مجھے کسب معاش سے روکا، اس سے اللہ نے مجھے اولاد عطا کی جبکہ میری کسی اور بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اسکے بعد میں نے کبھی حضرت خدیجہؓ کو بُرے لفظوں سے یاد نہیں کیا۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ اگرچہ میں نے حضرت خدیجہؓ کو نہیں دیکھا۔ لیکن مجھے جس قدر اُن پر رشک آتا تھا، کسی اور پر نہیں آیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہؓ کی ہمنشین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے۔ جب کبھی میں آپؐ سے کہتی: کیا پورے جہاں میں صرف حضرت خدیجہؓ ہی رہ گئی ہیں کہ آپ ہمیشہ ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں، تو فرماتے:

''خدیجہؓ، خدیجہؓ ہی تھی ..... جس سے اللہ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔''

حضرت خدیجہؓ نے ۲۵ سال آپؐ کے ساتھ گزارے۔ ۱۵ سال بعثت سے قبل اور دس سال بعثت کے بعد اور آپؐ نے ان کی زندگی میں کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ سوائے ابراہیمؓ کے، آپؐ کی تمام اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی۔ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو آپؐ اس وقت پچاس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور سوائے خدیجہؓ کے آپؐ کے پاس کوئی بیوی نہیں تھی۔ آپؐ نے جس قدر بھی نکاح کیے، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد کیے ہیں۔ ان کی بنیاد بھی ان بے شمار فوائد کثیرہ، مصالح جمیلہ اور مقاصد حسنہ پر قائم تھی جن کا ذکر ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔

(۲) حضرت سودہؓ بنت زمعہ

یہ وہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپؐ کے حبالہ عقد میں آئیں اور یہ ایک معمر خاتون تھیں جو پہلے سکران بن عمرو انصاری کے نکاح میں تھیں۔ اگرچہ یہ آپؐ سے عمر میں بڑی تھیں لیکن آپؐ نے صرف اس حکمت و مصلحت کی بدولت ان سے نکاح کیا کہ ایک تو یہ مؤمنات مہاجرات میں سے تھیں اور دوسرا ان کا خاوند ہجرتِ حبشہ کے بعد انتقال کر گیا اور یہ اکیلی رہ گئیں، کوئی ٹھکانہ اور مددگار نہیں تھا۔ اگر گھر والوں کے پاس جاتیں تو وہ انہیں شرک پر مجبور کرتے یا پھر شدید تکالیف سے دوچار کرتے۔ چنانچہ آپ نے ان سے نکاح کر کے اپنی کفالت میں لے لیا۔ تو کیا یہ نفس پرستی تھی؟ یقیناً نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ان پر ایک عظیم احسان کیا اور محض اس کے صدقِ ایمان اور اخلاص کی وجہ سے انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔

اگر آپؐ کی غرض (نعوذ باللہ) شہوت پرستی ہوتی جیسا کہ بہتان تراش مستشرقین کا دعویٰ ہے تو آپؐ کبھی ۵۵ سال کی بوڑھی خاتون سودہؓ سے شادی نہ کرتے بلکہ کسی نوجوان کنواری لڑکی کا انتخاب کرتے۔ لیکن آپؐ تو جرأت و شہامت (دلیری) اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اس شادی سے آپؐ کی غرض محض اس معمر خاتون کی حمایت و غمگساری تھی۔ تاکہ وہ آپؐ کی زیر کفالت اطمینان سے اپنی زندگی کے دن پورے کر سکیں۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ

سن ۱۰ نبوی میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا۔ ازواج مطہرات میں یہی ایک خاتون تھیں جو کنواری تھیں۔ ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے آپؐ نے شادی نہیں کی۔ یوں تو حضورؐ کی سب بیویاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی اور عملی لحاظ سے یکتائے روزگار تھیں لیکن حضرت عائشہؓ ان میں سب سے زیادہ زیرک، ذکی اور قوی الحفظ خاتون تھیں۔ بلکہ علمی لحاظ سے اکثر مردوں پر فائق تھیں۔ اکثر کبار صحابہؓ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تو وہ حضرت عائشہؓ صدیقہ سے پوچھتے تو حضرت عائشہؓ اس کو حل کر دیتی تھیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ جب ہم سے کوئی مشکل مسئلہ حل نہ ہوتا تو ہم عائشہ صدیقہؓ سے رجوع کرتے اور وہ اپنی دینی معلومات سے ہمیں وہ مسئلہ حل کر دیتیں۔

مسروقؒ کا بیان ہے، کہ میں نے کبار صحابہ کرامؓ کو علم وراثت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

کتب احادیث اٹھا کر دیکھئے جو عائشہ صدیقہؓ کی علمی وسعت اور عقلی گہرائی کی گواہی دیتی ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے بعد سب سے زیادہ روایات انہیں سے مروی ہیں۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی باقی بیویوں کی بہ نسبت حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ان میں باری کی تقسیم کے سلسلے میں بھی اِنصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیتے۔ آپ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ''یہ تو میری تقسیم ہے جو میرے بس کی بات ہے لیکن اس چیز میں میرا مؤاخذہ نہ کرنا جو میرے بس میں نہیں ہے۔''

اور جب آیۃ التخییر نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے یہ اختیار نامہ حضرت عائشہؓ کے سامنے رکھا اور ان سے کہا: اے عائشہؓ! میں تجھ سے ایک بات کرتا ہوں، اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''آپؐ بخوبی جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی بھی مجھے پیغمبر ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے'' ..... اس کے بعد آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے سامنے قرآن کی یہ آیت پڑھی: (الاحزاب: ۲۸، ۲۹)

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا.....الآية﴾

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم زندگی اور اس کی زینت کی طالب ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوبصورتی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بہت بڑا اَجر تیار کر رکھا ہے''

حضرت عائشہؓ نے یہ آیات سن کر بلا توقف جواب دیا: کیا بھلا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں، مجھے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں میں تو اللہ اور اس کے رسولؐ کو اختیار کرتی ہوں''

دراصل رسول اللہ ﷺ کا ابوبکرؓ کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ اِستوار کرنا نہ صرف ان پر ایک عظیم احسان اور دنیا میں ان کی قربانیوں کا صلہ تھا بلکہ اپنی دعوت، اَزدواجی زندگی کی خوبیاں اور شریعت کے دیگر اَحکام خاص طور پر عورتوں کے مخصوص مسائل کی تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ تھا جیسا کہ ہم یہ بحث ''تعلیمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصلحت'' کے ضمن میں تفصیل سے ذکر کرچکے ہیں۔

(۴) حضرت حفصہ بنت عمرؓ

نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت یہ بیوہ ہوچکی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح خنس بن حذافہ انصاریؓ سے ہوا تھا جو جنگ بدر میں شدید زخمی ہوئے اور پھر انہی زخموں سے جانبر نہ ہوسکے اور شہید ہوگئے۔ وہ ان شجاع اور بہادر مردوں میں سے ایک تھے جن کی بہادری، شجاعت اور جہادی کارنامے تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جاتے ہیں۔ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئیں تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کے نکاح کی خواہش حضرت عثمانؓ سے کی کیونکہ اسی زمانہ میں ان کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ وفات پاگئیں تھیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کرلیا تو یہ حضرت عمرؓ کے لئے بہت بڑا شرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک عظیم احسان تھا۔ چنانچہ امام بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ کے واسطے سے ایک روایت ذکر کی ہے

''جب حضرت خنس جنگ بدر میں زخمی ہونے کی وجہ سے مدینہ پہنچ کر وفات پاگئے اور حضرت حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ سے ملے اور ان سے کہا: اگر تم چاہو تو حفصہؓ کا نکاح تم سے کردوں؟ انہوں نے کہا: میں اس معاملہ میں غور کروں گا؟ پھر کچھ دنوں کے بعد کہا کہ آج کل تو میں شادی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمرؓ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ اس کے بعد خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش کی، نکاح ہوگیا تو ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ کے نکاح کی درخواست کی اور میں خاموش ہوگیا تو تم کو ناگوار گزرا۔ لیکن میں نے اس بنا پر کچھ جواب نہیں دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تھا اور میں آپ کا وہ راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح نہ کرنا ہوتا تو میں اس کے لئے آمادہ تھا۔

یہی وہ عقلی بصیرت اور اصل بہادری ہے جس کا اظہار خود حضرت عمرؓ نے اپنے عمل سے کیا اور ایک پارسا اور صالح کفو سے اپنی بیٹی کے نکاح کی درخواست کرنے میں کوئی عار اور ذلت محسوس نہیں کی بلکہ اپنی بیٹی کی آبرو کی حفاظت کی خاطر خود درخواست کی کہ میری بیٹی سے نکاح کرلیں۔

شادی ایک مثالی معاشرہ کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن کیا آج ہم مسلمانوں نے اسلام کے ان سنہری اصولوں کو چھوڑ نہیں دیا؟ ہم اس انتظار میں اپنی بیٹیوں کو گھروں میں بٹھائے رکھتے ہیں کہ کوئی صاحب ثروت اور مالدار شادی کا پیغام بھیجے اور وہ اسی انتظار میں بوڑھی ہوجاتی ہیں۔

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہؓ

حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے بعد آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔ یہ جری مجاہد شہید اسلام عبیدہ بن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حارث بن عبدالمطلب کی بیوہ تھیں جو غزوۂ بدر کی پہلی مبارزت میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن عزم استقلال کے پہاڑ یہ خاتون خاوند کی شہادت کے باوجود زخمیوں کو طبی امداد بہم پہنچانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے کے فرض برابر سرانجام دیتی رہی اور خاوند کی شہادت انہیں اپنے فرائض سے غافل نہ کر سکی حتیٰ کہ اللہ نے مسلمانوں کو کفر و اسلام کے اس عظیم معرکہ میں فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب ان کے صبر و استقلال اور جہاد کا علم ہوا تو آپؐ نے خود اس خاتون سے نکاح کر لیا۔ جس کی زندگی کا آخری سہارا بھی ٹوٹ چکا تھا جو اسے اپنی کفالت میں رکھتا۔

شیخ محمد محمود الصواف اپنے مایہ ناز رسالہ "زوجات النبی الطاہرات" میں حضرت زینب کے خاوند کا تذکرہ شہادت ذکر کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو اس وقت وہ عمر کی ساٹھ بہاریں گزار چکی تھیں۔ صرف دو سال نبی ﷺ کی زوجیت میں رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اس مقدس اور بلند مقصد کی خاطر انجام پانے والے اس نکاح کے متعلق ان بہتان تراشوں کا کیا خیال ہے؟ کیا اس میں بھی انہیں کوئی قابل اعتراض چیز نظر آتی ہے جس کی وجہ سے ان کا زہر آلود ہے۔ انصاف سے بتائیں، کیا یہ نفس پرستی کا اثر تھا یا انسانیت کے اس عظیم پیغمبر کی جانب سے شرف و کرم رحم و شفقت اور احسان کا ثبوت تھا جو تمام کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا۔

اے مستشرقین کے گروہ! اللہ سے ڈرو، اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے حقائق سے چشم پوشی کر کے علمی خیانت کا ارتکاب نہ کرو لیکن تم اس سے باز کیسے رہ سکتے ہو۔ کیونکہ تم نے تو علوم اسلامیہ کو اس لیے ہی پڑھا اور اس میں مہارت حاصل کی ہے تاکہ اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بنو اور پیغمبر ﷺ کی مقدس ذات کو داغدار کر کے لوگوں کو ان سے متنفر کرو"

(۶) حضرت زینب بنت جحشؓ

یہ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں لیکن جب انہوں نے طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور اس نکاح میں ایسی عظیم حکمت کارفرما تھی جو آپ کی کسی اور شادی میں نہ تھی، وہ یہ کہ متبنّیٰ کے بارے میں جو غلط تصور رائج ہو چکا تھا اس کی جڑ کاٹ دی جائے۔ "دینی اور شرعی مصلحت" کے ضمن میں ہم تفصیل سے اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر بعض متعصب، دریدہ ذہن معاندین اسلام نے پیغمبر کی پاکیزہ ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا اور بعض اسرائیلی روایات کو لے کر اپنی بہتان تراشیوں کو خوب مزین کر کے پیش کیا۔ ایک گھٹیا اور بازاری قسم کا افسانہ تراشا جس کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ زید کے گھر کے پاس سے گزرے اور اس وقت زیدؓ گھر میں نہیں تھے۔ اتفاقاً حضورؐ کی نگاہ حضرت زینبؓ پر پڑ گئی۔ آپؐ اس پر فریفتہ ہو گئے (نعوذ باللہ) اس کے بعد فرمایا: پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیرنے والی ہے، حضرت زینبؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یہ بات سن لی اور جب حضرت زید واپس آئے تو زینبؓ نے جو بات سنی تھی بتا دی۔ زید سمجھ گئے کہ آپؐ (معاذ اللہ) زینب پر فریفتہ ہوگئے ہیں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور طلاق کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: اپنی بیوی کو روکے رکھو، لیکن آپؐ کے دل میں دوسری بات تھی (معاذ اللہ) چنانچہ زید نے اس وجہ سے طلاق دے دی، تاکہ رسول اللہ ﷺ اس سے شادی کرلیں۔

ابن العربیؒ مالکی اپنی تفسیر اَحکام القرآن میں اس زہر آمیز افسانہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان (شرپسندوں) کا یہ دعویٰ کہ پیغمبر (نعوذ باللہ) زینبؓ پر فریفتہ ہوگئے، جھوٹ کا پلندہ ہے۔ (حضرت زینب حضور ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں) بچپن سے آپ کی آنکھوں کے سامنے کھیلیں اور پلی بڑھیں اور اس وقت پردے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ تو پھر ان کی شکل وصورت کیونکر آپؐ سے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا کہ آپؐ ان پر فریفتہ نہ ہوئے مگر اس وقت جب وہ شادی شدہ ہوچکی تھیں (اور ۳۶ سال کی عمر گزار چکیں تھیں، جب عموماً عورتوں کا حسن اور شباب ڈھل جاتا ہے خصوصاً عرب جیسے گرم ملک میں جہاں عورتوں کی جوانی جلد ڈھل جاتی ہے) ایسا کیونکر مانا جاسکتا ہے کہ زیدؓ ایک آزاد کردہ غلام تو اس سے بیزار ہوجائیں اور سید الانبیاء یکایک اس کی طرف مائل ہوجائیں۔ حاشا وکلا ایسا قلب اطہر ایسے غلیظ اور فاسد میلانات کا شکار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ نے قرآن میں اپنے پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾

''اور آپؐ ان چیزوں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی زینت کے لئے دی ہیں تاکہ ان چیزوں سے ہم انہیں آزمائیں'' (طٰہٰ:۱۳۱)

ابن العربیؒ نے ان تمام اسرائیلی روایات کا تعاقب کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ تمام کی تمام روایات بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔

حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے ساتھ ان کی شادی کے پس منظر میں ان کے تمام اَحوال کا تاریخی مطالعہ ہمیں یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ حضرت زیدؓ اور زینبؓ کے درمیان ناچاقی اور ناسازگاری کا سبب وہ تفاوت تھا جو دونوں کی معاشرتی حالت میں موجود تھا (یعنی نکاح کے لئے جو معیار اور پیمانے اس ماحول میں رائج تھے ان پر یہ جوڑا پورا نہیں اُترتا تھا)۔ حضرت زینبؓ ایک معزز گھرانے کی شریف خاتون تھیں۔ اس کے برعکس حضرت زیدؓ کے دامن پر غلامی کا داغ ابھی باقی تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ اس نکاح سے حضرت زینبؓ کی آزمائش کرنا چاہتا تھا تاکہ قبائلی عصبیت اور فضل وشرف کے جاہلی تصورات کا خاتمہ کردیا جائے اور فضل وشرف کا معیار، دین اور تقویٰ کو قرار دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے کی تجویز دی۔ تو انہوں نے جب اپنے حسب نسب اور خاندانی شرف کے غرور میں شادی کرنے سے انکار کردیا تو اللہ نے قرآن میں حکم نازل کردیا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

''کسی مؤمنہ یا مؤمن کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردیں تو ان کے لئے اس میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا''

یہ آیت سن کر حضرت زینبؓ نے امر نبوی کے سامنے سر اطاعت خم کردیا اور بادلِ نخواستہ اپنا آپ حضرت زید کے حوالے کردیا لیکن دل قلق اور اضطراب کا شکار رہا۔

حضرت زینبؓ کی شکل وصورت آپؐ کے لئے کوئی نئی نہیں تھی بلکہ وہ بچپن سے آپؐ کے سامنے جوان ہوئیں کیونکہ وہ آپؐ کی پھوپھی زاد تھیں اور اس وقت پردے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پہلے تو آپؐ خود نہایت اصرار سے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے کریں جبکہ وہ کنواری تھی اور جب شادی شدہ ہوگئیں تو اس وقت آپؐ ان پر فریفتہ ہوگئے۔ معاذ اللہ

دراصل یہ لوگ عقل کو استعمال نہیں کرتے، محض بے علمی میں بذیادہ گوئی کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ اور بہتان باندھنا ان مستشرقین کا مقصد ہے۔ ان کا ایک اور بکواس سنئے، کہتے ہیں: ''دراصل جو چیز محمدؐ نے اپنے دل میں چھپائی تھی، وہ زینب کی محبت تھی اور اسی کی انہیں ڈانٹ پلائی گئی''

کیا آپ کی عقل اس بہتان کو مانتی ہے کہ ایک شخص کو محض اس لئے عتاب کا شکار کیا جائے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کی محبت کو مخفی رکھا۔ یقیناً نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مطہر اس بہتان عظیم سے پاک ہے۔ قرآن کی آیت اس معاملہ میں بالکل واضح اور صریح ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ پیغمبر (ﷺ) جو بات دل میں چھپائے ہوئے ہیں، اللہ عنقریب اس کو ظاہر کردے گا۔

﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ (الاحزاب:۳۷)

''اے پیغمبر! تم دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا''

غور فرمایئے کہ اللہ نے کیا ظاہر کیا۔ کیا زینب سے پیغمبر کی محبت کو ظاہر کیا، ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ جس چیز کو واضح کیا وہ پیغمبرؐ کی یہ رغبت اور خواہش تو تھی کہ متبنّٰی کی جو غلط رسم قائم ہوئی تھی، اس کی جڑ خود آپ کے اپنے عمل سے کاٹ دی جائے لیکن اندیشہ تھا کہ منافقین کی زبانیں زہر اگلیں گی کہ دیکھو! محمد نے اپنے (منہ بولے) بیٹے کی بیوی سے نکاح گانٹھ لیا۔

اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ آپؐ کے مخفی خیال کو کھول کر برسرِ عام رکھ دیا۔

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ (الاحزاب:۳۷)

''پھر جب زید اپنی خواہش اس عورت سے پوری کرچکا تو ہم نے اس کا نکاح تیرے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔ اِس سے یہ مطلب تھا کہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں سے نکاح کر لینے میں جب وہ اپنی خواہش پوری کر چکیں، کوئی تنگی نہ رہے"(۱)

اس طرح ان منہ پھٹ مستشرقین کی طرف سے لگائے گئے تمام الزامات ان واضح اور مضبوط دلائل کے سامنے ملیامیٹ ہو جاتے ہیں جو پیغمبر کی عصمت اور طہارت پر واضح دلالت کرتے ہیں۔

---

(۱) کیا متبنّیٰ کی اس جاہلی رسم کا خاتمہ واقعی اس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ اس کی خاطر پیغمبر کو شدید کرب کا شکار ہونا پڑا۔ منافقین کے طعنے سننے پڑے۔ ہاں واقعتاً یہ رسم اس قدر غلط تھی کہ اس کا خاتمہ ضروری تھا جس کی وجوہات یہ ہیں:

یہ رسم فی الحقیقت قدرتِ خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنّیٰ کرنے والا شخص گویا خدا سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا، میں نے کسی اور ذریعہ سے بیٹا حاصل کر لیا ہے، اس کے علاوہ:

(الف) اس رسم کا خاندانی وارثان کے حقوق پر برا اثر پڑتا تھا۔ کیونکہ ورثا تو حقیقی طور پر وارث ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب اَملاک و جائیداد پرانی چلی آ رہی ہوں تب رسم تبنیت سے پورے خاندان میں عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جایا کرتے تھے۔

(ب) بننے والا فرزند جو شجرۂ خاندان سے شاخِ بریدہ کی طرح ہوتا تھا، اس کے دل میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی خونی تعلق نہیں۔ اور اس سے محبت کی ساری بنیادیں ظاہری اور اوپری رسوم پر ہیں۔ اسی طرح اگر وہ اپنے برادرانِ حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تھا تو ان پر حسد کرتا اور اگر اس کے برادرانِ حقیقی اچھی حالت میں دیکھتے تو اس سے حسد کیا کرتے تھے۔

(ج) متبنّیٰ کرنے والا اگرچہ متبنّیٰ کی اس کے لڑکپن میں بڑے چاؤ سے پرورش کیا کرتا تھا لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اَوصاف سے وہ متبنّیٰ کس قدر عاری ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے تو اس کا دل بجھ جاتا۔

(د) ادھر اس کا حقیقی باپ جس نے اپنے جگر کے ٹکڑے سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے تھے، جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اپنے آپ کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتاتا۔ ان تمام اَحوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا ہی ثابت ہوتا ہے، ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا: آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ پسند فرمایا کہ اسلام اس جاہلانہ رسم کی بھی اِصلاح کرے اور اللہ کا رسول جو دنیا بھر کے لئے رحمت اور مصلح اَعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور پاک وجود سے بطور اسوۂ حسنہ غلط رواج کا خاتمہ کریں، اسی لئے بہت پہلے قرآن کریم میں یہ نازل کر دیا گیا تھا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (الاحزاب:۴۰)

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ (الاحزاب:۴)

"خدا نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ سب تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں"

(رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری: جلد دوم، ص ۱۶۸، ۱۶۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) حضرت اُمّ سلمہ ہند مخزومیہ

اُمّ سلمہؓ نبی اکرم ﷺ کے نکاح کرنے سے پہلے حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن اسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان کے خاوند نہایت قدیم الاسلام تھے اور انہوں نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ اُمّ سلمہؓ نے بھی اپنے دین کو بچانے کی خاطر اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی۔ اسی دوران ان کے ہاں سلمہ پیدا ہوئے۔ اُن کے خاوند جنگِ اُحد میں شہید ہوگئے۔ اور یہ اپنے چار یتیم بچوں کے ساتھ بے یارومددگار ہوگئیں۔ اب نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کے ساتھ ہمدردی اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت کی یہی ایک صورت تھی کہ آپؐ خود ان سے شادی کر لیتے۔ چنانچہ جب آپؐ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ میں ایک عمر رسیدہ، یتیم بچوں کی ماں اور تیز مزاج عورت ہوں۔

یہ سن کر آپؐ نے کہا "بچوں کا نان ونفقہ تو ہمارے ذمہ ہے۔ باقی رہی تیز مزاجی تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ اس تیز مزاجی کو دور کردے گا، باقی رہا عمر کا معاملہ تو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اُمّ سلمہ کی رضامندی کی بعد ان سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد نہایت وسعتِ قلبی سے ان کے یتیم بچوں کی تربیت اور پرورش کی کہ انہیں باپ کی جدائی تک کا اِحساس نہ ہونے دیا۔ کیونکہ اب انہیں ایسا باپ مل گیا تھا جو ان کے والدِ حقیقی سے زیادہ مشفق اور مہربان تھا۔ (۲)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ خاندانی شرف، معزز گھرانہ اور سبقتِ اسلام کے شرف ایسی خوبیوں سے بہرہ ور تھیں اور سب سے بڑھ کر جو خوبی تھی وہ ان کی کمال دانشمندی اور ذہانت تھی۔ جس کی دلیل کے لئے یہی کافی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپؐ مسلمانوں کے معاملے میں خاصے پریشان تھے تو آپؐ نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنی عقل وذہانت سے اس مشکل کو حل کردیا۔

---

(۲) دراصل حضرت اُمّ سلمہؓ کا آپؐ سے یہ نکاح ان کی اور ان کے خاوند کا دعا کا نتیجہ تھا جو اللہ نے قبول فرمالی۔ چنانچہ مسند احمد میں اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوسلمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو کر گھر آئے اور بتایا کہ آج میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسرت آمیز بات سنی ہے کہ کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے اور وہ اس وقت إنا لله وإنا إليه راجعون کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا (اے اللہ مجھے اس آزمائش سے چھٹکارا دلا اور مجھے اس کا نعم البدل عطا کر) تو حسبِ خواہش اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔ میں نے یہ دعا حفظ کرلی۔ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں نے إنا لله وإنا إليه راجعون کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھی اور دل میں سوچا کہ ابوسلمہ سے کون بہتر ہوسکتا ہے؟ عدت کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور مجھے شادی کا پیغام دیا۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! ایسی کوئی بات نہیں، لیکن میں ایک غیور (تیز مزاج) عورت ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو میری کوئی بات ناگوار گزرے اور میں عذاب الٰہی کی مستوجب ہوجاؤں۔ علاوہ ازیں میں عمر رسیدہ اور عیال دار ہوں"..... یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "تیز مزاجی تو اللہ رفع کردے گا، باقی رہا عمر کا معاملہ تو میں بھی تمہاری عمر کا ہوں اور تمہارا اہل وعیال میرا کنبہ ہے۔" پھر میں نے رسول اللہ سے اپنی رضا کا اظہار کردیا۔ اس طرح اللہ نے مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر دے دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ مختصراً یوں ہے کہ جب نبیؐ نے کفارِ مکہ سے ان کی پیش کردہ شرائط پر دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ کرلیا تو مسلمان سخت دل گرفتہ اور تذبذب کا شکار ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ حق پر ہونے کے باوجود ان ذلت آمیز شرائط پر صلح کرنا ہماری حق تلفی ہے۔ چنانچہ اس ناگواری طبع کا اثر یہ ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں سر منڈانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو انہیں آپؐ کے اس حکم پر عمل کرنے میں تامل ہوا۔ پس رسول اللہ اپنی زوجہ اُمّ سلمہؓ کے پاس آئے اور فرمایا: لوگ تباہ ہوگئے، میں نے انہیں حکم دیا لیکن وہ اس پر عمل کرنے میں تامل کا شکار ہیں۔ حضرت امّ سلمہؓ نے آپؐ کے لئے معاملہ کو آسان بنا دیا اور آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپؐ ان کے سامنے جا کر اپنا سر منڈوا دیجئے، مجھے یقین ہے کہ جب وہ آپ کو دیکھیں گے تو انہیں آپؐ کی پیروی میں کوئی تردّد نہیں ہوگا اور ایسے ہی ہوا کہ جونہی آپؐ نے حجام کو اپنے سر مونڈنے کا حکم دیا تو صحابہ نے آپؐ کی پیروی میں سبقت کی اور فوراً اپنے سر منڈوا دیئے اور اِحرام کھول دیئے۔ اس طرح حضرت اُمّ سلمہؓ کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوگئی۔

(۸) حضرت اُمّ حبیبہؓ رملہ بنت ابوسفیان

۷ ہجری میں رسولِ کریم ﷺ نے حضرت اُمّ حبیبہؓ سے نکاح کیا۔ ان کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا جو سرزمین حبشہ میں فوت ہوگئے تو نجاشی نے ان کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کردیا اور آپؐ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر ادا کیا۔ اس کے بعد شرجیل بن حسنہؓ کی معیت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کردیا۔ ان سے نکاح کرنے کی حکمت پہلے گزر چکی ہے۔ (۳)

(۹) حضرت جویریہ بنتِ حارث

نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح جو کہ حارث بن ضرار قبیلہ بنی مُصطلق کے رئیس کی بیٹی تھی۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی جو غزوۂ مریسع میں قتل ہوگیا اور جویریہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوگئی۔ ان کا خاوند اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ (۴)

---

(۳) اُمّ حبیبہؓ کے نکاح پر غور کرنے سے اس نکاح کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا والد ابوسفیان اپنی قوم کا سردار تھا۔ قوم کا نشانِ جنگ ان کے گھر میں رکھا جاتا تھا۔ وہ مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے جنگِ احد، حمراء الاسد اور بدر الاخریٰ میں کفار کے لشکر کی قیادت کی۔ پھر جنگِ احزاب میں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا عزم لئے عرب کے تمام قبائل کو ساتھ لے کر چڑھ دوڑا۔ لیکن جب اس کی بیٹی پیغمبر کے نکاح میں آئی تو اس کے بعد وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر لشکرِ اسلام کے سپاہی بن گئے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ یہی خاندان لشکرِ اسلام کی قیادت کرتا نظر آتا ہے۔

(۴) حضرت جویریہؓ کے نکاح کی حکمت دیکھئے..... ان کا باپ عرب کا مشہور ڈاکو اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگجو قبیلہ اس کے اِشاروں پر چلتا تھا۔ اس نکاح سے پہلے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر ایک جنگ میں یہ قبیلہ ضرور اس میں شامل ہوا۔ لیکن اس نکاح کے بعد خاصمت نابود اور دشمنیاں ناپید ہوگئیں۔ تمام قبیلہ نے راہزنی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کرلی اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شرکت نہیں کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) حضرت صفیہؓ

ان کا تذکرہ 'سیاسی مصلحت' کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہؓ

ان کا پہلا نام برہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے میمونہؓ رکھ دیا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے آخری بیوی تھیں۔ حضرت عائشہؓ ان کے بارے میں فرماتی ہیں:

''یقیناً وہ ہماری نسبت اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والی اور اقربا سے نیک برتاؤ کرنے والی تھیں۔ حضرت میمونہؓ پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اور بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے ان کے بارے میں آنحضرت کو رغبت دلائی اور آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا اس نکاح سے مقصد ایک تو حضرت میمونہؓ سے خیر خواہی اور حسن سلوک تھا اور دوسرا ان کے قبیلہ والوں کو سسرالی کا شرف بخشنا تھا جنہوں نے پیغمبر کی غم خواری اور حمایت کی۔(۵)

قارئین کرام! یہ ہے اُمہات المؤمنین، ازواجِ مطہرات کی زندگی کا ایک مختصر نمونہ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے صحبتِ رسول سے عزت بخشی اور مؤمنوں کی مائیں ہونے کا شرف عطا کیا اور اپنے اس قول سے شرفِ خطاب بخشا

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ (الاحزاب:۳۲)

''اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو کسی غیر محرم سے دبی زبان میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے لہٰذا معروف کے مطابق بات کرو''

آپؐ نے جس قدر بھی نکاح کئے، ان میں بے شمار حکمتیں پنہاں تھیں۔ آپؐ نے تمام نکاحوں میں دینی اور شرعی مصلحت کو پیش نظر رکھا۔ آپؐ کا مقصد عرب قبائل کو اپنی دعوت کی طرف مائل کرنا تھا اور ایسے ہی ہوا کہ ان نکاحوں کی بدولت بڑے بڑے قبائل معزز خاندان آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

(قابل غور بات یہ ہے) کہ حضرت عائشہؓ کے ماسوا آپؐ کی تمام کی تمام بیویاں پہلے بیوہ تھیں۔

---

(۵) اس کے علاوہ، ان کی ایک بہن سردارِ نجد کے نکاح میں تھی۔ اس نکاح نے ارضِ نجد میں صلح اور اسلام کے پھیلانے کے بہترین حالات پیدا کئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہی اہل نجد تھے جنہوں نے ستر مبلغین کو اپنے علاقہ میں لے جا کر دھوکہ سے قتل کر دیا تھا۔ وہ اہل نجد ہی تھے جن سے بار بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ ہر وہ شخص جو امن عامہ اور اصلاحِ ملک کے قواعد کا منکر نہیں، اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر آپؐ نے متعدد نکاح کئے بھی تو ہجرت کے بعد جب مسلمان اور مشرکین کے درمیان جنگیں چھڑ چکی تھیں، وہ باہم برسر پیکار تھے اور ہر طرف قتل و غارت کا دور دورہ تھا اور یہ دو ہجری سے آٹھ ہجری تک کا نہایت قلیل عرصہ ہے جس کے اندر اللہ نے مسلمانوں کو نصرت و فتح سے سرفراز فرمایا (اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے).....اس نکتہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ آپؐ کی ہر شادی عظمت رسول اور آپؐ کے عظیم مقصد کی آئینہ دار اور ایثار و قربانی، احسانِ جمیل کا مثالی نمونہ تھی۔

بہتان تراش معاندین اسلام کے تمام الزامات بے کار ہیں۔ اگر آپؐ کے دل پر ہوس پرستی کا غلبہ ہوتا تو یقیناً آپؐ عین جوانی کے عالم میں نوجوان کنواری لڑکیوں سے شادی کرتے۔ دراصل بغض و تعصب کی شدت نے ان مغربی مستشرقین کے دلوں کو حق کی واضح روشنی دیکھنے سے اندھا کر دیا ہے۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ (الانبیاء: ۱۸)

"بلکہ ہم حق کے ہتھیار سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں تو وہ باطل کا سر کچل ڈالتا ہے پھر اچانک باطل ملیامیٹ ہو جاتا ہے"(۶)

آخر میں ہم معروف عیسائی عالم گوستاف لیون کا بیان نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جسے علی احمد الجرجاوی نے اپنی کتاب حکمة التشریع و فلسفته کی دوسری جلد کے ص ۱۶ پر ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے

"تعددِ زوجات کا نظام حقیقت میں ایک مستقل نظام ہے جو محمد ﷺ سے بھی پہلے مشرقی اقوام میں موجود تھا، یہ نظام عہد قدیم سے اہل فارس، یہود اور عربوں میں مروج تھا اور ادیانِ عالم میں سے کسی دین میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس نظام کو منسوخ کر سکے جسے قرآنی دین نے برقرار رکھا ہے"

اس کے بعد لکھتا ہے:

"اہل مشرق کا یہ شرعی نظام تعددِ ازدواج اہل مغرب کے فحش نظام سے گرا ہوا کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مغربی نظامِ زواج میں محض قانون کی حد تک تو صرف ایک ہی بیوی ہو سکتی ہے جبکہ عادتاً شاذ و نادر ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جو صرف ایک عورت پر قناعت کرتا ہو" ☆☆

(۶) انگریز مستشرق ٹامس کارلائل کا اقتباس اس لائق ہے کہ اس کو عظمت رسول کی شہادت کے طور پر ذکر کیا جائے، وہ لکھتا ہے:

"محمد (ﷺ) کے بارے میں اور کیا کچھ بھی کہا جائے لیکن وہ خواہش نفس کے غلام ہرگز نہیں تھے۔ ہم بڑی غلطی کریں گے اگر اس انسان کو (معاذ اللہ) ایک عام سانفس پرست سمجھ لیں جو سفلی جذبات بلکہ کسی بھی لطف اندوزی کا مریض ہو۔ آپ کا گھرانہ تنگ دست تھا، آپ کی عام غذا جو کی روٹی اور پانی تھا، بسا اوقات مہینوں ان کے ہاں چولہے میں آگ نہ جلتی۔ سیرت نگار فخریہ لکھتے ہیں کہ آپؐ اپنی جوتیوں کی خود مرمت کر لیتے تھے۔ اپنی عبا میں خود پیوند لگا لیتے۔ وہ ایک غریب، شفقت کرنے والے کم وسیلہ شخص تھے جو ہر اس چیز سے بے نیاز تھے جس کے لئے عام آدمی مشقت کرتے ہیں۔ میں تو کہوں گا: وہ ہرگز برے انسان نہ تھے۔ ان میں ہر قسم کی بھوک سے بہتر کوئی شے ضرور تھی، ورنہ وہ اُجڈ عرب لوگ جو تیئیس سال تک ان کے اشارے پر (دشمن) سے جنگیں کرتے رہے، ہمیشہ ان (نبی کریم ﷺ) کی مصاحبت میں رہے، ان کا ایسا احترام نہ کرتے۔ کسی شہنشاہ کی تاج و کلاہ سمیت ایسی اطاعت نہیں ہوئی جیسی اس شخص کی ہوئی جو اپنی عبا میں خود پیوند لگا لیتے تھے"

(ازواجِ مطہرات اور مستشرقین از ظفر علی قریشی، مترجم آسی ضیائی: ص ۴۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رابطہ کے مرکزی سیکرٹریٹ سے 'محدث' کو بھجوائے جانے والے مراسلے کا ترجمہ — حافظ حسن مدنی

خادم حرمین شریفین کے زیر سرپرستی

'امتِ مسلمہ اور گلوبلائزیشن'

کے موضوع پر **رابطة العالم الإسلامي** کی چوتھی سالانہ کانفرنس

رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبد اللہ بن صالح العبید نے امسال حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں رابطہ کی چوتھی سالانہ کانفرنس سے اظہارِ موافقت کرنے پر خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ سعودی حکومت صحیح اسلامی عقائد اور اسلامی دعوت کو پھیلانے اور بین الریاستی و بین الاسلامی بنیادوں پر اسلامی مشن کی مالی و معنوی سرپرستی کرنے جیسے شمایاں کارناموں پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ سیکرٹری جنرل نے ولی عہد مملکت سعودی عرب شہزادہ عبداللہ بن عبد العزیز اور نائب وزیر اعظم وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز کی اس ضمن میں کی جانے والی کاوشوں کو بھی سراہا۔

ڈاکٹر العبید نے "امتِ مسلمہ اور گلوبلائزیشن" کے موضوع پر ہونے والی رابطہ عالم اسلامی کی اس کانفرنس کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس میں مختلف اہم موضوعات اور اُمت کو درپیش مسائل پر بحث ومباحثوں کے بعد اسلامی کاز (Cause) کو آگے بڑھانے کی جامع منصوبہ بندی کی جائے گی۔ ان پیش آمدہ مسائل میں اسلامی ممالک میں نفاذِ شریعت، دعوت وتبلیغ، اُمت کے موجودہ حالات، دورِ جدید کے فتن مثلاً ذرائع ابلاغ کی گلوبلائزیشن، تعلیم وتربیت پر سامراجی اجارہ داری، خاتونِ مسلم کے معاملات میں دخل اندازی اور اسلامی معاشرے کی بنیادی ساخت میں تبدیلی جیسے اہم مسائل شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس کانفرنس میں مساجد کی تعمیر ونگہداشت، دنیا بھر میں مسلم اقلیات کی مدد، ان کے حالات میں تبدیلی کی کوششیں، معاشرے کی تعمیرِ نو، جدید فقہی مسائل پر غور وفکر اور اُمت کو درپیش دیگر مسائل کو بھی موضوعِ بحث بنایا جائے گا۔

رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'رابطہ' کی اس کانفرنس میں دنیا بھر سے مفکرین، علماء، داعی اور ماہرین تعلیم شرکت کررہے ہیں جو ان عملی وفکری نکات پر غور کریں گے جن کے ذریعے اُمت میں اسلام کی خالص تعلیمات کو پھیلایا جائے، نفاذِ شریعت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو، اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مخالفت کرنے والوں کی بیخ کنی ہو، صرف کتاب وسنت کی روشنی سے منور دعوت وتبلیغ کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی حکومتوں کو اسلامی کاز کی طرف توجہ دلانے اور مسلم تنظیموں کو آپس میں رابطہ بڑھانے اور مؤثر طور پر اسلامی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے بھی سفارشات تیار کی جائیں۔

اپنے بیان کو ڈاکٹر صالح العبید نے دعا پر ختم کرتے ہوئے کہا کہ رابطہ عالم اسلامی کو اپنے پیش نظر اہداف کی ایسے وقت میں بھرپور طور پر تکمیل کرنے کی شدید ضرورت ہے جبکہ امت مسلمہ پر دنیا بھر مصائب ومشکلات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور جدید دور کے چیلنجز نے امت کے لئے بے شمار نئے مسائل کو جنم دے دیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خادم حرمین شریفین کا سایہ سلامت رکھے، اور ان سے امت اسلامیہ کو فیض یاب کرتا رہے، اور سعودی حکومت کو اسلام اور مسلمانوں کی اس سے بڑھ کر خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے! آمین

یاد رہے کہ رابطہ عالم اسلامی کی سب سے پہلی اسلامی کانفرنس ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ میں منعقد ہوئی۔ دوسری کانفرنس کا انعقاد ۱۳۸۴ھ میں جبکہ تیسری کانفرنس کا ۱۴۰۸ھ میں انعقاد ہوا۔ ان کانفرنسز میں تیار کی جانے والی سفارشات اور قراردادوں کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے لئے 'رابطہ' کی مختلف کمیٹیاں اور ذیلی تنظیمیں سرگرم رہیں۔

33% کمیشن پر ماہنامہ محدث کی ایجنسی ... کارخیر اور دینی خدمت ساتھ ساتھ

..... نئی ایجنسیوں کے پتہ جات درج ذیل ہیں..... [مزید درخواستیں بھی درکار ہیں!]

سلام آباد چوہدری طاہر کٹاریہ: نیو پاک ڈرائی کلینرز، صغیر مارکیٹ، F10/4 اسلام آباد

شیخوپورہ شبیر احمد توقیر: مکان نمبر ۲، رحمٰن پورہ، ٹیوب ویل نمبر ۴، شیخوپورہ شہر

ڈیرہ غازیخان محمد اقبال ثاقب: معرفت عبدالسلام میڈیکوز قائداعظم بازار، کوٹ مٹھن، راجن پور

حیدر آباد حافظ عبدالصمد: نیو محمدی ٹریڈنگ کارپوریشن، نواں آباد گلی، مارکیٹ روڈ، حیدر آباد

سکھر پروفیسر سید مبشر علی: G 10 آفیسر کالونی، بھکر پوسٹ کوڈ 30000

گوجرانوالہ محمد مسعود لون: مکان نمبر ۴۴ بلاک وائی مین سنٹرل روڈ، پیپلز کالونی گوجرانوالہ

فیصل آباد محمد سرور طارق: طارق اکیڈمی، ڈی گراؤنڈ، سموسہ چوک، پیپلز کالونی فیصل آباد،

منڈی بہاؤالدین محمد رفیق بجاڑ: منشی محلہ، گلی مسجد عثمانیہ، منڈی بہاؤالدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

CPL No. 177 Ph: 5866476
Vol. 32 5866396

Monthly **MUHADDIS** Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں..... لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں..... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے..... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے..... لیکن

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے..... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

..... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاءاللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی شمارہ : ۲۰ روپے زرِ سالانہ : ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL: 99-J, Model Town, Lahore 54700

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ